



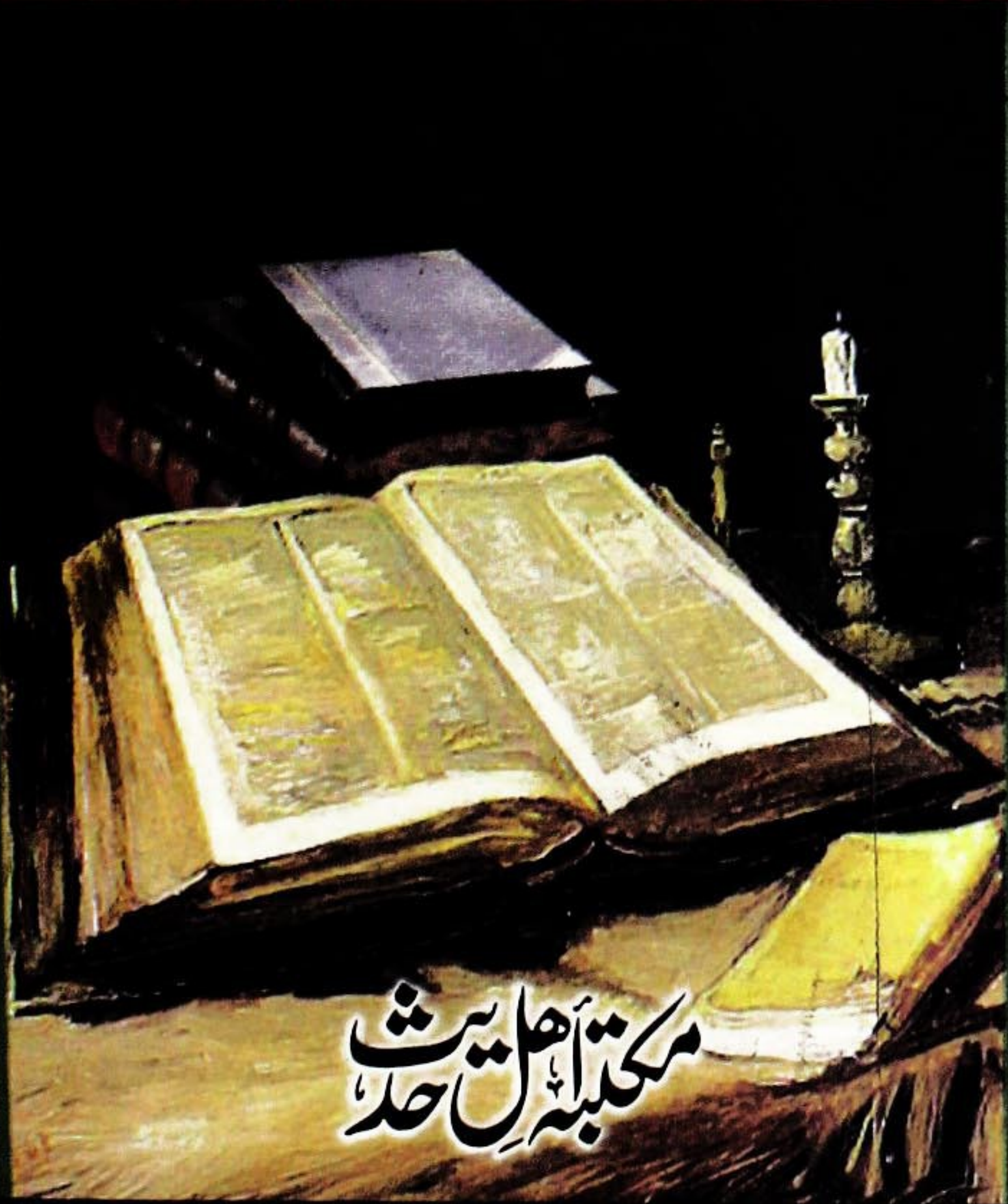
# دائن حدیث چھوٹے بچوں کے لیے

تحقیق و تخریج

غلام مصطفیٰ ظہیر من پوری

تالیف

أبو سعید آصف عباس عماد



مکتبہ اہل حدیث







DATA ENTERED

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# دائِنِ حَدِيثِ چھوٹے نہ پائے

تالیف

أَبُو سَعْدٍ أَصْفَ عِبَّاسٍ حَمَّادٍ

تحقیق و تخریج

غلام مصطفیٰ اعظمی رامن پوری

مکتبہ اہل حدیث

امین پور بازار فیصل آباد

041-2624007

0300-6628021



297.21 جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

ح 72  
92014

نام کتاب دامنِ حدیث چھوٹے نہ پائے

حافظ محمد ابوبکر	-----	باہتمام
مئی 2011ء	-----	طبع اول
1100	-----	تعداد
220/-	-----	قیمت

طیبہ قرآن محلے

مرکز سنٹر نشی محلہ گلی 5 امین پور بازار فیصل آباد  
041-2629292, 2624007

قذوسیہ اسلامک پریس

Tel # 042-37351124, 7230585  
Cell# 0321-7351350

اسٹاکسٹ

مکتبہ محمدیہ قذوسیہ ٹریڈ اڈو بازار لاہور  
الفضل مارکیٹ

Mob.: 0300-4826023, 042-37114650  
E:mail; maktabah\_muhammadia@yahoo.com  
& maktabah\_m@hotmail.com



## فہرست

۱۲	.....	رشتہ الفت	✽
۱۵	.....	نقشِ آغاز	✽
۲۱	.....	حجیت حدیث	✽
۲۱	.....	حدیثِ رسول ﷺ برحق ہے	✽
۲۲	.....	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث کو مکمل یقین سے بیان کرتے	✽
۲۳	.....	حدیثِ رسول ﷺ میں شک نہیں	✽
۲۳	.....	حدیث کا مذہب ہی غالب آنے والا ہے	✽
۲۴	.....	حدیث کے بغیر قرآن نہیں سمجھا جاسکتا	✽
۲۴	.....	اتباعِ حدیث اللہ سے محبت کی دلیل ہے	✽
۲۴	.....	قرآن کی طرح حدیث بھی ذکر ہے	✽
۲۵	.....	رسول اللہ ﷺ دلیل اور حجت ہیں	✽
۲۸	.....	حدیث بھی کتاب اللہ ہے	✽
۳۱	.....	حدیث کا حکم بھی فرض کی حیثیت رکھتا ہے	✽
۳۳	.....	حدیث نبوی ﷺ کی اہمیت قبولیت اعمال کیلئے	✽
۳۶	.....	بدعت سے دامن بچائیے	✽
۳۸	.....	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بدعت سے اجتناب	✽

۱۰-۵۱-۳۰۱۱

کتاب

۳۳۰/۱



- ۴۱ ..... اتباع کے معاملے میں مومنوں کا شیوا
- ۴۲ ..... سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا جذبہ اتباع رسول ﷺ!
- ۴۲ ..... سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کا جذبہ اطاعت رسول ﷺ
- ۴۲ ..... سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا جذبہ اتباع رسول ﷺ
- ۴۳ ..... سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا جذبہ اطاعت رسول ﷺ
- ۴۳ ..... ایک صحابی رسول ﷺ کا منفرد جذبہ اطاعت رسول ﷺ
- ۴۴ ..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ اطاعت رسول ﷺ
- ۴۵ ..... سبق
- ۴۶ ..... اتباع حدیث کے فوائد و ثمرات
- ۵۱ ..... حدیث رسول ﷺ سے انحراف و انکار کے نقصانات
- ۵۱ ..... حدیث چھوڑنا گمراہی ہے
- ۵۲ ..... حدیث سے انحراف کرنے والے مومن نہیں بلکہ منافق ہیں
- ۵۲ ..... حدیث رسول ﷺ کا انکار جنت میں جانے سے انکار
- ۵۳ ..... حدیث کی مخالفت ہلاکت کا ذریعہ ہے
- ۵۴ ..... حدیث رسول ﷺ کی مخالفت سے عذاب کا اندیشہ
- ۵۵ ..... حدیث رسول ﷺ سے انحراف کفر ہے
- ۵۵ ..... حدیث سے انحراف کرنے والوں کا انجام
- ۵۶ ..... حدیث رسول ﷺ کا استہزاء اور ناقدری کا انجام
- ۵۸ ..... دامن حدیث مضبوطی سے تھاما جائے
- ۵۹ ..... سبق
- ۶۰ ..... دامن حدیث تھامنے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اسلوب



- ۶۰ ..... اگر اللہ کے نبی ﷺ نہ کرتے تو میں نہ کرتا
- ۶۱ ..... یہ بدعت ہے
- ۶۱ ..... اللہ کے رسول کی بات سن کر یہ عمل ہرگز نہ چھوڑوں
- ۶۲ ..... جو کام نبی ﷺ نے کیا میں اسے چھوڑنا پسند نہیں کرتا
- ۶۲ ..... جسے اللہ کے نبی ﷺ نے چھوڑ دیا اسے میں نہیں لے سکتا
- ۶۳ ..... جس چیز سے اللہ کے نبی ﷺ بیزار ہیں اس سے میں بھی بیزار ہوں
- ۶۳ ..... کیا تمہیں اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کافی نہیں؟
- ۶۴ ..... کیا تیرے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی نمونہ نہیں ہے؟
- ۶۴ ..... میں آپ کی حدیث پر عمل پیرا ہوں گا یہاں تک کہ آپ ﷺ سے جا ملوں
- ..... رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے کے بعد تنگی اور آسانی میں نے یہ عمل نہیں
- ..... چھوڑا
- ۶۵ ..... انہوں نے یہ دعا نہ چھوڑی
- ۶۶ ..... میں آپ کی سنت میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑ سکتا
- ۶۶ ..... اگر تم اپنے نبی کی سنت چھوڑو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے
- ۶۷ ..... یہ عمل تو سب سے بہتر ذات (رسول اللہ ﷺ) نے کیا ہے
- ۶۸ ..... سبق
- ۶۹ ..... اختلافی مسائل میں دامن حدیث مضبوطی سے تھاما جائے
- ۷۰ ..... کسی مومن کو اختیار نہیں کہ وہ قرآن و حدیث کے فیصلے کو رد کر دے
- ..... ایمان و اسلام کی سلامتی اسی میں ہے کہ اختلاف میں حدیث کی طرف
- ..... رجوع کیا جائے
- ۷۳ ..... اختلافی مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیث کا دامن نہ چھوڑا



- ۷
- ۷۷ ..... سبق
- ۷۸ ..... فتنے میں بھی کتاب و سنت کا دامن نہ چھوڑا جائے
- ۷۹ ..... کتاب و سنت پر بیعت
- ۸۰ ..... سبق:
- ۸۱ ..... آدابِ رسالت مآب ﷺ
- ۸۲ ..... آپ ﷺ کی رسالت کا ادب
- ۸۲ ..... آپ ﷺ کے لعاب مبارک کا ادب
- ۸۳ ..... آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کا ادب
- ۸۳ ..... آپ ﷺ کی آواز مبارک کا ادب
- ۸۵ ..... آپ ﷺ کی وحی کا ادب
- ۸۵ ..... آپ ﷺ کے جلال کا ادب
- ۸۶ ..... آپ ﷺ کے فقر و فاقہ کا ادب
- ۸۶ ..... آپ ﷺ کے آرام کا ادب
- ۸۶ ..... آپ ﷺ کی نیند کا ادب
- ۸۷ ..... آپ ﷺ کے راز کا ادب
- ۸۷ ..... آپ ﷺ کی سواری کا ادب
- ۸۷ ..... آپ ﷺ کی مسجد شریف کا ادب
- ۸۸ ..... آپ کی حدیث کا ادب
- ۸۸ ..... سبق
- ۸۹ ..... رسول اللہ ﷺ سے محبت
- ۹۰ ..... صحابہ رضی اللہ عنہم کی آپ ﷺ سے محبت



- ۹۰ ..... انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی آپ ﷺ سے محبت
- ۹۱ ..... سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آپ ﷺ سے محبت
- ۹۲ ..... سیدنا عمر بن خطاب کی آپ ﷺ سے محبت
- ۹۳ ..... سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کی آپ ﷺ سے محبت
- ۹۳ ..... سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی آپ ﷺ سے محبت
- ۹۴ ..... دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپ سے محبت
- ۹۴ ..... سبق:
- ۹۶ ..... رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں سے دشمنی
- ۹۷ ..... آپ ﷺ کی ذات اور بات کا دفاع
- ۹۷ ..... رسول اکرم ﷺ کی ناموس کا دفاع کرنا اہل ایمان پر واجب ہے
- ۹۸ ..... انصار مدینہ نے آپ ﷺ کی حفاظت کی
- ۹۸ ..... سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے پہرہ دے کر آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی ..
- ..... جنگ بدر میں آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا
- ۹۹ ..... لڑنے کا عہد
- ۹۹ ..... غزوہ احد میں سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا دفاع کیا
- ۱۰۰ ..... غزوہ احد میں سات مدنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانی
- ۱۰۰ ..... غزوہ احد میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا دفاع کیا
- ۱۰۱ ..... جنگ احزاب میں سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی نصرت فرمائی
- ..... غزوہ بنو قریظہ کے موقع پر سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی نصرت
- ۱۰۲ ..... فرمائی
- ..... سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے واقعہ اُفک میں آپ ﷺ کی ناموس کا دفاع کیا ۱۰۲



- ۱۰۳ ..... غزوہ حنین میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کا دفاع فرمایا ..... ۱۰۳
- ۱۰۳ ..... سبق ..... ۱۰۳
- ۱۰۵ ..... حدیث رسول ﷺ سے محبت ..... ۱۰۵
- ۱۰۵ ..... حدیث رسول ﷺ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثالی محبت ..... ۱۰۵
- ۱۰۹ ..... سبق ..... ۱۰۹
- ۱۱۰ ..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیث کیسے سیکھی ..... ۱۱۰
- ۱۱۳ ..... حدیث سیکھنے میں صحابہ کرام کی حرص ..... ۱۱۳
- ۱۱۴ ..... صحابہ رضی اللہ عنہم کو حدیث اچھی طرح یاد ہوتی ..... ۱۱۴
- ۱۱۴ ..... سبق: ..... ۱۱۴
- ۱۱۵ ..... درپیش مسائل میں صحابہ رضی اللہ عنہم ..... ۱۱۵
- ۱۱۵ ..... کا آپ ﷺ کی طرف رجوع ..... ۱۱۵
- ۱۱۷ ..... سبق: ..... ۱۱۷
- ۱۱۸ ..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث کا پریکٹیکل کرتے تھے ..... ۱۱۸
- ۱۱۴ ..... حدیث کے پرچار میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی جدوجہد ..... ۱۱۴
- ۱۲۳ ..... علم حدیث کی تبلیغ میں حیا کا لحاظ ..... ۱۲۳
- ۱۲۴ ..... سبق ..... ۱۲۴
- ۱۲۴ ..... حدیث رسول ﷺ پہنچانے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا کمال جذبہ ..... ۱۲۴
- ۱۲۵ ..... سبق ..... ۱۲۵
- ۱۲۶ ..... صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل بالحدیث ..... ۱۲۶
- ۱۲۶ ..... صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل حدیث کے مطابق رہا ہے ..... ۱۲۶
- ۱۲۸ ..... صحابہ رضی اللہ عنہم حدیث سنتے ہی عمل پیرا ہوتے ..... ۱۲۸



- ۱۲۹ ..... صحابیات رسول ﷺ کا عمل بالحدیث
- ۱۳۰ ..... نبی کریم ﷺ جانتے تھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حدیث پر عمل کے بہت حریص ہیں ...
- ۱۳۱ ..... اسلاف کا عمل حدیث کے مطابق ہوتا تھا
- ۱۳۲ ..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث سن کر سمعنا واطعنا فرماتے
- ۱۳۳ ..... صحابہ رضی اللہ عنہم سنت پر ہی عمل کرتے تھے
- ۱۳۳ ..... خرم اسدی رضی اللہ عنہ کا عمل بالحدیث
- ۱۳۴ ..... صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک گروہ کا عمل بالحدیث
- ۱۳۵ ..... سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا عمل بالحدیث
- ۱۳۶ ..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشکل لمحات میں بھی دامن حدیث نہ چھوڑا
- ۱۳۸ ..... خلاف حدیث عمل پر صحابہ کرام کا رویہ
- ۱۴۰ ..... نیکی اور ثواب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حرص
- ۱۴۰ ..... ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کی نیکی کے کام میں شریک ہونے کی خواہش
- ۱۴۱ ..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شہادت، بخشش اور جنت پر حریص ہونا
- ۱۴۲ ..... عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ کا حصول جنت کے لئے اشتیاق
- ۱۴۳ ..... مہاجرین کا نیکیوں پر حریص ہونا
- ۱۴۴ ..... ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کا عمل صالح کے لیے خواہش کرنا
- ۱۴۴ ..... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا جنت کے تمام دروازوں سے گزرنے کی تمنا کرنا
- ۱۴۵ ..... سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کا جنت کے حصول کا حریص ہونا
- ۱۴۵ ..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قیام اللیل میں شوق
- ۱۴۶ ..... ایک کالے رنگ کی عورت کا جنت کیلئے بیماری پر صبر کرنا
- ۱۴۶ ..... عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نیکی نہ حاصل کر سکنے پر افسوس



- ۱۰
- ۱۴۷ ..... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی تمنا کرنا ..... ۱۴۷
- ..... سبق ..... ۱۴۷
- ۱۴۹ ..... صحابہ رضی اللہ عنہم حدیث سے دلیل مانگتے تھے ..... ۱۴۹
- ۱۵۰ ..... جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنا عمل ..... ۱۵۰
- ..... حدیث کے خلاف پایا ..... ۱۵۰
- ۱۵۳ ..... جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے کسی کا عمل حدیث کے خلاف پایا ..... ۱۵۳
- ..... سبق ..... ۱۵۳
- ۱۵۵ ..... صحابہ رضی اللہ عنہم نے فتویٰ حدیث کے مطابق دیا ..... ۱۵۵
- ۱۵۷ ..... حدیث کے بعد غیروں کے فتویٰ ..... ۱۵۷
- ۱۵۷ ..... کی طرف رجوع پر صحابہ کا ردِ عمل ..... ۱۵۷
- ..... سبق ..... ۱۵۷
- ۱۵۹ ..... حجیت حدیث میں فقہی شبہات کا ازالہ ..... ۱۵۹
- ۱۵۹ ..... حدیث قرآن کی تفسیر ہے ..... ۱۵۹
- ۱۶۰ ..... ایک حدیث دوسری حدیث کی شرح کرتی ہے ..... ۱۶۰
- ۱۶۱ ..... کیا حدیث قرآن کے عموم میں تخصیص نہیں کر سکتی؟ ..... ۱۶۱
- ۱۶۵ ..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فقہ میں فرض اور واجب میں کوئی فرق نہیں ..... ۱۶۵
- ۱۶۶ ..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خبر واحد پر اعتبار ..... ۱۶۶
- ۱۶۶ ..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجتہاد کو حدیث پر پیش کرتے تھے، نہ کہ حدیث کو اجتہاد پر ..... ۱۶۶
- ۱۶۹ ..... حدیث اور رائے آئمہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں ..... ۱۶۹
- ۱۶۹ ..... امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا قول ..... ۱۶۹
- ۱۶۹ ..... امام مالک رضی اللہ عنہ کا فرمان ..... ۱۶۹



- ۱۷۰ ..... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ❀
- ۱۷۰ ..... قیاس اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ ..... ❀
- ۱۷۰ ..... سنت اور رائے تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم کی نظر میں ..... ❀
- ۱۷۱ ..... امام اوزاعی کا فرمان ..... ❀
- ۱۷۱ ..... اہل حدیث عالم کے ہوتے ہوئے اہل رائے کے پاس نہیں جانا چاہیے ..... ❀
- ۱۷۳ ..... حفاظت حدیث ..... ❀
- ۱۷۵ ..... حدیث کی اہمیت مقلد کی نظر میں ..... ❀
- ۱۸۰ ..... حنفیت حدیث کی مخالفت میں ..... ❀
- ۱۹۲ ..... محترم و مکرم قارئین کرام! ..... ❀



## رشتہ الفت

جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانبجن کے نام جہاں تعلیمی مراحل مکمل کیے۔

بانی جامعہ ولی کامل ابوالمساکین صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام جنہوں نے جامعہ

کی بنیاد رکھتے وقت خشت اول اپنے دست مبارک سے رکھی اور زبان پر یہ

آیت کریمہ تھی لَمَسْجِدٍ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ

فِيهِ (سورۃ التوبہ: ۱۰۸)

مخلص ترین ناظم اعلیٰ قاضی محمد اسلم سیف رحمۃ اللہ علیہ کے نام کہ جنہوں نے جامعہ کی

تعمیر و ترقی کے لیے اپنی زندگی کے لیل و نهار صرف کیے اور لوگوں سے تعلق اور

قطع تعلق کا معیار صرف اور صرف جامعہ سے وابستگی کی نسبت کو بنایا۔

جامعہ میں تدریسی خدمات سرانجام دینے والے قابل صد احترام میرے اساتذہ

و مشائخ کرام کے نام جنہوں نے میری تعلیم و تربیت میں نہایت اخلاص سے

کام لیا خصوصاً

شیخ الحدیث و التفسیر حافظ بنیامین طور رحمۃ اللہ علیہ جو تبحر علمی کے ساتھ نیکی اور تقویٰ کے

پہاڑ تھے، تلاوت قرآن مجید اور اذکار مسنونہ کے معمول میں جن کا ثانی نہ پایا

گیا۔ جو عام فہم تدریسی ہنر میں اپنی مثال آپ تھے، جنہیں یہ سعادت نصیب

ہوئی کہ زندگی کے آخری روز تک صحیح البخاری مکمل کرنے کا شرف نصیب ہوا۔

والحمد لله على ذلك۔

فضیلۃ الشیخ استاذ ذی وقار مولانا رضی اللہ چھتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام جنہوں نے زندگی

بھر جامعہ میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ اپنے روحانی بچوں کی تعلیم و

تربیت میں اخلاص اور پیار کا دامن نہ چھوڑا، جو حق گو، جلالی مزاج بھی تھے اور

خشیت الہی کے پیکر بھی، کریمانہ اخلاق اور ہنس مکھ تھے، طلباء کی خیر خواہی میں

ہمیشہ پیش پیش رہتے، قدرت نے جنہیں یہ شرف نصیب کیا کہ زندگی کے آخری



روز بھی جامع الترمذی اور دیگر کتب کا پیرڈ پڑھایا و الحمد للہ علی ذالک۔

❁ فضیلۃ الشیخ استاذ مکرم جناب حافظ عبید اللہ غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام جو فاضل جامعہ کے ساتھ ساتھ فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ تھے، جو عظیم تقویٰ کے حامل اور نہایت ہنس مکھ تھے، جو شرم و حیا کے پیکر تھے اور والدہ کی خدمت کی ایک عمدہ مثال چھوڑی، ہمیشہ چھوٹے طلبا سے بھی مخاطب ہوتے تو ”آپ“ کا لفظ استعمال کرتے، سلام میں پہل ان کا معمول تھا اور بہت دور سے سلام کہہ دینے اور دوسرے کو کم ہی پہل کا موقع ملتا۔

❁ فاضل استاذ فضیلۃ الشیخ حبیب الرحمن یزمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام جو ایک محقق نوجوان تھے، ابھی تدریس کی ابتدا ہی تھی (ابتداء ہی سے بڑی کتب آخری کلاس تک پڑھانا شروع کیں) کہ داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ جن کی زندگی اور موت ان کے خواب خاص کی تمیل تھی (جس میں انہیں تعلیمی مراحل مکمل کرنے اور حرمین شریفین کی زیارت کی مہلت دی گئی) تقریباً ایک سال تک مریض رہے، وقتاً فوقتاً تیمارداری کا موقع ملتا رہا، ہمیشہ ثابت قدمی کے الفاظ زبان زد رہے، یہاں تک کہ وفات سے ایک دن پہلے بھی مشرک دم جھاڑ کرنے والے نے پیش کش کی اور صحت کی امید دلائی، جواب یہی ملا کہ میں کسی مشرک سے غیر مسنون دم نہیں کروانا چاہتا اور میری موت و حیات کا مالک اللہ ہے، یوں کلمہ توحید پر خاتمہ ایمان ہوا۔ و الحمد للہ علی ذالک۔

❁ بزرگ وار قاری عبدالعزیز صاحب حفظ اللہ تعالیٰ کے فرزند ارجمند حافظ محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام جو کہ فاضل جامعہ کے ساتھ ساتھ جامعہ میں علوم عصریہ کے مدرس تھے اور فضیلۃ الشیخ حبیب الرحمن یزمانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہی ایک طویل مرض میں مبتلا ہوئے اور انہیں کی طرح آخری دم تک توکل علی اللہ پر کار بند رہے اور نو عمری ہی میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے، جو ایک ملنسار اور



مخلص انسان تھے۔

اللہ تعالیٰ ان تمام شیوخ و اساتذہ کی قبروں کو جنت کے گہوارے بنائے اور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک سے حوض کوثر کے جام پلوائے اور جنت الفردوس نصیب فرمائے اور ان کی بشری خطائیں معاف فرما کر دینی مساعی کو قبولیت سے نواز کر ڈھیروں رحمتیں نازل فرمائے۔

اور جو مشائخ حیات ہیں اللہ تعالیٰ ان کی صحت والی زندگیوں میں برکت فرما کر زیادہ سے زیادہ کتاب و سنت کی خدمات کے مواقع میسر فرمائے اور دنیا و آخرت کی بھلائیاں نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

✽ اسی طرح فضیلۃ الشیخ عبدالقادر ندوی مہتمم جامعہ کے فرزند ارجمند حاجی محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام جو فاضل جامعہ اور عالم باعمل اور بااخلاق ولی اللہ تھے، جن کے بارے میں یہ مثل مشہور تھی کہ وہ (شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید اٹاروی حفظہ اللہ تعالیٰ) کے خاص تربیت یافتہ تھے اور ان کی عملی سیرت کا رنگ ان پر خوب غالب تھا۔

✽ درویش بزرگ مولانا عبدالرب مجاہد صاحب کے نام جو صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سفر تھے نہایت سادہ مزاج اور قناعت شعار تھے جنہوں نے جامعہ میں اکاؤنٹنٹ کے طور پر زندگی بھر خدمات انجام دیں اور ان کی امانت داری پر اجماع تھا، خاموش طبع، شرع کے پابند تہجد گزار اور مستجاب الدعوات تھے۔

✽ جامعہ کے پرانے اور دیرینہ مالی محمد حنیف صاحب اور ان کے رفیق کار محمد نواز کاٹھیہ صاحب اور محمد طارق الیکٹریشنز صاحب کے نام کہ جنہوں نے اپنی زندگیاں جامعہ کے نام کر رکھی تھیں اور اپنی مفلسی کی پرواہ کیے بغیر جامعہ کی خدمات میں لگن رہ کر جامعہ سے عقیدت کا ثبوت دیتے رہے۔ اللہ ان سب مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور آخرت کے سفر آسان فرما کر اپنی آغوش رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔





## نقش آغاز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ  
 وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ  
 الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَا اَتٰكُمْ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (سورہ حشر: ۷)

رسول اللہ ﷺ کامل و اکمل اور عالمگیر دین دے کر بھیجے گئے۔ جس میں کسی قسم

کی کمی بیشی کی کچھ گنجائش نہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمْ  
 الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (سورہ مائدہ: ۳)

”آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنا انعام  
 پورا کر دیا ہے اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا ہوں۔“

اس دین اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین قبول نہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ  
 الْخٰسِرِيْنَ ۝﴾ (سورہ ال عمران: ۸۵)

”اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے، اسکا دین قبول نہ  
 ہوگا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والا ہوگا“

اللہ کے اس پسندیدہ اور مکمل دین کا نصاب صرف دو چیزیں ہیں، ایک ”کتاب



اللہ اور دوسری ”حدیث نبوی ﷺ“ چنانچہ ارشاد نبوی ہے:  
 أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ

”خبردار! مجھے قرآن اور اسکے ساتھ اس کی مثل (حدیث) دی گئی ہے“

(سنن ابی داؤد: ۴۶۰۴، مسند لامام احمد: ۴/۱۳۱ و سندہ صحیح)

بس یہی دو چیزیں لوگوں کی ہدایت کی گارنٹی پیش کرتی ہیں، اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑ دیا جائے یا دونوں کے ساتھ تیسری چیز (تقلیدی فقہ، آبائی دین وغیرہ) کی ضرورت محسوس کی جائے تو گمراہی لازم آتی ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

﴿إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ

بِهِمَا كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ﴾ (مستدرک للحاکم: ۱/۹۳ و سندہ حسن)

”میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک ان کو تھامے رکھو

گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے، وہ کتاب اللہ اور اسکے نبی ﷺ کی سنت ہے“

مگر آج اس پر فتن دور میں بہت ایسے افکار و نظریات کا پرچار ہو رہا ہے جنکا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر اس قسم کے نظریات کو اپنالیا جائے تو اسلام کا چہرہ ہی مسخ ہو کر رہ جائے گا، ان گمراہ کن افکار میں سے ایک فتنہ انکار حدیث بھی ہے، ان فتنہ گر، روشن خیال مجدد دین کے نزدیک حدیث پاک کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ وہ اسے قدیم تاریخ بلکہ عجمی سازش کا نتیجہ قرار دیتے ہیں، دوسرے الفاظ میں یہ گروہ سنت کا دامن چھوڑ کر صرف قرآن سے وابستہ ہونے کا دل فریب جھانسہ دے رہا ہے اور اپنے خود ساختہ افکار کو امت میں پھیلانا چاہتا ہے، حالانکہ دین اسلام کی صحیح تصویر قرآن اور حدیث سے مل کر ہی تیار ہوتی ہے اور جوان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنا چاہتے ہیں وہ صراط مستقیم سے بہت دور ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ اسلام میں جتنے بھی غلط افکار کے حامل فرقے پیدا ہوئے ہیں ان کی گمراہی یہی تھی کہ انہوں نے قرآن کو حدیث سے یا حدیث کو قرآن سے علیحدہ



کرنا چاہا۔ خوارج کی گمراہی اسکے علاوہ کچھ نہ تھی کہ انہوں نے قرآن کو مانا اور حدیث سے روگردانی کی، معتزلہ کا بھی یہی قصور تھا کہ انہوں نے قرآن کی آیات کا دور ازکار تاویلات کا سہارا لے کر احادیث سے اعراض کیا، پھر اس کے نتیجے میں یہ حضرات مدتوں گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتے رہے، فتنہ انکار حدیث کے یہی بانی ہیں، لیکن پرانے منکرین حدیث اور دورِ حاضر کے استشراق زدہ مجدد دین میں نمایاں فرق یہ ہے کہ قدیم منکرین فلسفے کی بھول بھلیوں سے مرعوب ہو کر حدیث کا انکار کرتے تھے لیکن انکا مذاق اڑانے کی جرأت نہ کرتے تھے، اسکے برعکس موجودہ منکرین حدیث نہ صرف احادیث کا انکار کرتے ہیں بلکہ ان سے تمسخر بھی کرتے ہیں، اس لئے دورِ حاضر کا فتنہ انکار حدیث زیادہ خطرناک اور نقصان دہ ہے۔ منکرین حدیث کی تاریخی سرگزشت کچھ یوں ہے۔

- ① خوارج نے فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم کے متعلق احادیث کا انکار کیا۔
- ② روافض نے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب پر مشتمل احادیث سے روگردانی کی۔
- ③ معتزلہ اور جہمیہ نے صفات باری تعالیٰ سے متعلق احادیث سے پہلو تہی کی۔
- ④ متاخرین فقہائے حنفیہ میں سے چند حضرات نے ایسی احادیث سے انکار کر دیا جو بزعم خویش غیر فقیہ راویوں سے مروی تھیں اور ان پر اپنے ہاں قیاس کو ترجیح دی، اپنے فقہاء کے اقوال کے خلاف جو احادیث یا قرآنی آیات تھیں انہیں منسوخ سمجھا، انکی تاویلات کیں اور اپنے زعم کے مطابق متعدد احادیث کو قرآن کے عموم اور اطلاق کے خلاف سمجھ کر رد کر دیا۔
- ⑤ متکلمین کی ایک جماعت نے حجیتِ خبر واحد کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔
- ⑥ برصغیر میں سرسید اور مولوی چراغ دین نے ایسی احادیث کو رد کر دیا جو انکی محفلِ عبادتِ کجی خلاف تھیں کیوں کہ وہ خوہشاتِ نفس کے مقلد تھے۔



④ عبداللہ چکڑالوی اور حشمت علی لاہوری نے مطلق طور پر احادیث کو مسترد کر دیا اور ”ہمیں کتاب اللہ ہی کافی ہے“ کا نعرہ لگایا۔

⑤ احمد علی امرتسری اور غلام احمد پرویز کے نزدیک احادیث ایک کھیل اور بازیچہ اطفال کی حیثیت رکھتی ہیں، ان کے نزدیک اسلام ایسے نظریے کا نام ہے جو حالات کے پیش نظر ہر وقت بدلا جا سکتا ہے، انکے خیال میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت صرف آپ کی زندگی ہی میں لازم تھی، جسکی پابندی آج ضروری نہیں ہے۔

⑥ فکر فراہی کے حاملین امین احسن اصلاحی اور استشر اق زدہ نوجوان جنہوں نے حدیث اور سنت کے درمیان فرق کا شاخسانہ کھڑا کر کے حدیث کے ایک بڑے حصے کو نہ صرف نظر انداز کر دیا ہے علاوہ ازیں ان کی موشگافیاں حدیث کے استخفاف اور محدثین کی بے مثال کاوشوں کی نفی پر مبنی ہیں۔

آج کے دور میں غامدی پرویزی، عثمانی اور حنفی یہ تمام تحریکیں ان خیالات کی حامل ہیں اور مل کر ایسے باطل خیالات کا پرچار کرنے میں لگن ہیں جن سے حدیث کی اہمیت ختم کرنا چاہتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ مسلمان دامن حدیث چھوڑ کر گمراہی کی آغوش میں سو جائیں، حال ہی میں احمد سعید ملتانی حنفی نے ”قرآن مقدس اور بخاری محدث“ کے نام سے ایک کتاب لکھی اور حدیث رسول ﷺ کے خلاف یہ زہرا گلا اور یہ باور کروانا چاہا کہ حدیث قرآن کے مخالف ہے، اسی طرح ایک حنفی نے ”شادی کی پہلی دس راتیں“ کتاب لکھ کر اپنے حدیث دشمنی کے عقیدے کو ظاہر کیا۔ ان کتابوں کے تفصیلاً جوابات منظر عام پر آچکے ہیں، اور انکار حدیث اور منکرین حدیث کے اعتراض کے تفصیلی جوابات پر بھی اسلاف کی طرف سے کتب لکھی گئی ہیں، مثلاً مولانا اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”حجیت حدیث“ شیخ الحدیث والتفسیر حافظ عبدالستار حماد حفظہ اللہ کی کتاب ”حجیت حدیث“ علامہ محدث ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”حجیت حدیث“



مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب ”پرویزیت، فتنہ انکار حدیث، اور دفاع حدیث“ وغیرہ۔

”احادیث بخاری و مسلم کو مذہبی داستانیں بنانے کی ناکام کوشش“، محقق العصر مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی کتاب، اسی طرح ”مقام حدیث اور اصلی اہل سنت“، پروفیسر اشفاق ظفر لودھی کی کتاب، اسی طرح محدث العصر حافظ محمد گوندلوی کی کتاب ”دوام حدیث“ اسی طرح انکار حدیث نئے روپ میں اور ”دفاع صحیح البخاری“ قرآن مقدس اور بخاری محدث کا جواب ”توفیق الباری“ شیخ زبیر علی زئی کی کتاب، اسی طرح محمد حسین میمن کی کتاب ”قرآن مقدس حدیث مقدس“ شادی کی پہلی دس راتیں کتاب کا جواب ”شادی کی دوسری دس راتیں“ وغیرہ، ان تمام کتب میں منکرین حدیث کے شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے، تاہم ہم نے بھی خدام حدیث میں اپنا نام درج کروانے کے لئے ”دامن حدیث چھوٹے نہ پائے“ کے عنوان سے اسلاف کے منہج کو اپناتے ہوئے چند الفاظ ضبط تحریر میں لانے کی کوشش کی ہے، تاکہ فتنہ انکار حدیث کی ان اٹھتی ہوئی تحریکوں کو بجھانے میں ہماری کوشش بھی شامل ہو جائے، انکار حدیث کے بحر ظلمت میں ڈوبنے والا انسان دامن حدیث تھام کر ہدایت کے کنارے چڑھ جائے اور ہمارے لئے ذریعہ نجات بن جائے۔

میں احسان مند اور شکر گزار ہوں ان اشخاص کا جو تصنیف و تالیف کے میدان میں میری معاونت کرنے والے مشائخ اور حوصلہ افزائی کرنے والے دوست احباب اور طلاب ہیں۔ بالخصوص فضیلۃ الشیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ کا جو ہمیشہ خلوص، محبت اور محنت سے میری ہر کتاب کی تحقیق و تخریج کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اسی طرح فضیلۃ الشیخ قمر الزمان المدینی، فضیلۃ الشیخ محفوظ اعوان، فضیلۃ الشیخ محمد نعیم رضوان اور فضیلۃ الشیخ عبداللہ سلیم صاحب حفظہ اللہ، حوصلہ افزائی کی بچھاڑ کرنے والے شیخ حافظ محمد منزل صاحب، شیخ عطاء اللہ صاحب، شیخ قاری محمد عمران صاحب، بھائی ظہیر عباس صاحب



صدر اہل حدیث یوتھ فورس مقام حیات جو اس تالیف کا سبب بنے، ناسپاسی ہوگی اگر تذکرہ نہ کروں اپنے فاضل بھائیوں کا جنہوں نے کمپوزنگ کے ابتدائی مراحل میں معاونت کی، میری مراد عبدالوحید مغل، بشارت مدنی، فاضل جامعہ امام بخاری سرگودھا اللہ ان سب مشائخ و احباب کو دنیا و آخرت کی بھلائیاں نصیب فرمائے اور اس تحریر کو میرے لیے، میرے والدین اور اساتذہ کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، مجھے اور قارئین کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

حررہ

ابوسعید آصف عباس حماد





## حجیت حدیث

### حدیثِ رسول ﷺ برحق ہے

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی زبان سے جو لفظ سنتا تھا اسے یاد کرنے کیلئے لکھ لیا کرتا تھا، پھر قریش نے مجھے لکھنے سے منع کیا اور کہا کہ تم ہر بات لکھ لیتے ہو، چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے اپنی انگلی مبارک سے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:

﴿اُكْتُبُ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا الْحَقُّ﴾

”قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے اس زبان سے حق کے

سوا کچھ نہیں نکلتا (اس لئے) تم لکھا کرو“ مسند الامام احمد ۲ / ۱۶۲ سنن ابی

داؤد: ۳۶۳۶ سنن الدارمی : ۳۹۰ المستدرک للحاکم : ۱۰۵-۱۰۴ و سندہ

صحیح و اخرجہ احمد : ۲ / ۲۰۷ مسند البزار : ۲۳۷۰ و سندہ حسن)

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے فرامین کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝﴾

(سورہ نجم : ۳۳)

”آپ ﷺ اپنی مرضی سے نہیں بولتے بلکہ وہ وحی ہوتی ہے جو آپ کی طرف

کی جاتی ہے“

معلوم ہوا آپ ﷺ کی زبان مبارک سے صادر ہونے والے تمام کلمات اور تمام



باتیں وحی ہیں اور حق ہیں، لہذا صحیح سند سے ثابت ہونے والی تمام احادیث مثلاً بخاری و مسلم کی تمام احادیث اور دیگر کتب احادیث کی وہ احادیث جو صحیح سند سے ثابت ہیں وہ کسی فقہی کلیے کے تحت ضعیف اور ناقابل عمل قرار دینا کتاب و سنت میں تحریف کرنے کی ناکام کوشش ہے، مومن کا ایمان ہونا چاہئے کہ کوئی بھی صحیح حدیث قرآن کے مخالف نہیں، اور صحیح حدیث کا اضافہ بطور شرح مقبول ہے، اور جو حدیث قیاس یا فقہی امام کے قول کے خلاف ہو وہ بھی برحق ہے اور امام کا قول ناقابل التفات اور قیاس باطل ہے، راوی حدیث کسی صحابی کا بھی عمل حدیث کے بظاہر خلاف ہو تو حدیث اور قول میں تطبیق دی جائے، تطبیق ناممکن نہ ہو تو قول چھوڑ کر حدیث راجح قرار دی جائے۔

### صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث کو مکمل یقین سے بیان کرتے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیث نبوی پڑھنے سیکھنے اور بیان کرنے میں حدیث کو پورے یقین سے بیان کیا اور شک سے محفوظ رہنے کے لیے اگر کہیں دو لفظوں میں سے ایک کا احتمال ہو تو او کے ساتھ دونوں کا تذکرہ کیا، اور کبھی تو فرمایا سَمِعْتُ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ ”میں نے سچ بولنے والے اور جس کو سچا مانا گیا ہے“ اس سے سنا یعنی رسول اللہ سے (صحیح البخاری ۳۶۰۵) کبھی فرمایا اَوْ صَانِي خَلِيلِي میرے دوست محمد ﷺ نے مجھے وصیت کی۔“ (صحیح البخاری ۱۱۷۸، صحیح مسلم ۱۶۱۹)

اور کبھی فرمایا اِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَدِيثًا فَلَا تَنْزِعُوا مِنْ السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكْذِبَ عَلَيْهِ۔

”جب میں تمہیں رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث بیان کروں تو ان پر جھوٹ بولنے سے مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں آسمان کی بلندیوں سے گروں۔“

(صحیح البخاری ۵۰۵۶۔ صحیح مسلم ۲۳۲۷)

اسی طرح ”حدیث مسلسل“ میں صحابی سے لے کر آخر تک ہر راوی رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرتے وقت مخصوص انداز اور اشارہ بھی بیان کرتا ہے۔ جو

۹۳۰۸۶



رسول اللہ ﷺ نے اپنایا ہوتا ہے۔

بسا اوقات صحابی حدیث کے سننے میں یقین کا اظہار کرنے کے لیے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کرتا ہے، مثلاً عَنْ نُعْمَانَ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ وَ أَهْوَى النُّعْمَانُ إِلَى أُذُنَيْهِ۔

نعمان بن بشیر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور نعمان نے اپنے دونوں کانوں کی طرف اشارہ کیا (کہ میں نے ان دونوں کانوں سے سنا) (صحیح البخاری: ۵۲- صحیح مسلم: ۴۱۰۱)

### حدیث رسول ﷺ میں شک نہیں

سیدنا ابان بن عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی ہر صبح شام تین مرتبہ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پڑھتا ہے اسے کوئی چیز نقصان نہیں دے گی۔

ابان کی ایک جانب فالج زدہ تھی تو ایک آدمی ان کی طرف دیکھنے لگ گیا۔ (اگر ایسا ہے تو پھر اسے فالج کیوں ہوا ہے؟)

ابان نے اسے فرمایا میری طرف کیا دیکھتے ہو، حدیث اسی طرح ہے جس طرح میں نے تجھے بیان کی ہے لیکن (جس دن مجھے فالج ہوا) اس دن میں نے یہ دعا نہیں پڑھی تھی تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر مجھ پر پوری کر دے۔“ (مسند الامام احمد: ۱/۴۲۔

سنن ابی داؤد: ۵۰۸۸، سنن الترمذی: ۳۳۸۸، سنن ابن ماجہ: ۳۸۶۹، و سندہ

(حسن)

حدیث کا مذہب ہی غالب آنے والا ہے

ارشاد ناری تعالیٰ ہے:-



﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ (سورہ صف: ۸)

”اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا، تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے، اگرچہ مشرک ناپسند ہی کریں۔“

### حدیث کے بغیر قرآن نہیں سمجھا جاسکتا

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ مِنَ السَّمَاءِ فِي جَذْرِ قُلُوبِ الرِّجَالِ وَنَزَلَ الْقُرْآنُ فَقَرَأُوا الْقُرْآنَ وَعَلِمُوا مِنَ السُّنَّةِ﴾

”دیانتداری آسمان سے لوگوں کے دلوں میں اتری ہے (انسان کی فطرت میں شامل ہے) اور قرآن بھی آسمان سے نازل ہوا ہے جسے لوگوں نے پڑھا اور سنت کے ذریعے سمجھا“

(صحیح البخاری: ۷۲۷۶۔ صحیح مسلم: ۲۸۳)

### اتباع حدیث اللہ سے محبت کی دلیل ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (سورہ آل عمران: ۳۱)

”اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو تم میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اللہ بہت بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے“

### قرآن کی طرح حدیث بھی ذکر ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:



﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (سورۃ النحل: ۴۴)

”اور ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کیا ہے تاکہ آپ جو لوگوں کی طرف نازل کیا گیا ہے اسکو کھول کھول کر بیان کر دیں، ہو سکتا ہے کہ وہ غور و فکر کریں“  
معلوم ہوا کہ حدیث ساری کی ساری قرآن کی وضاحت اور شریعت محمدیہ کی تفسیر و تکمیل ہے، لہذا کوئی بھی حدیث قرآن کے مخالف نہیں بلکہ اسکی وضاحت و شرح ہے۔

### رسول اللہ ﷺ دلیل اور حجت ہیں

دین کے معاملے میں دنیا کے ہر انسان سے دلیل کا مطالبہ کرنا ضروری ہے، لیکن صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات ایسی ہے کہ جس سے دلیل نہیں مانگی جاسکتی کیونکہ رسول خود دلیل اور حجت ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفِكِينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝﴾

(سورۃ بینۃ: ۲۱)

”اہل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کیا وہ باز رہنے والے نہ تھے یہاں تک کہ ان کے پاس ظاہر دلیل آجاتی جو اللہ تعالیٰ کا ایک رسول ہوتا اور صحیفے پڑھتا“

یہاں ”بینۃ“ (دلیل) کا بدل لفظ ”رسول“ لا کر یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ رسول ﷺ بذات خود دلیل ہیں، اور ان پر نازل ہونے والا صحیفہ دلیل ہے لہذا شرعی دلائل صرف قرآن و حدیث ہی ہیں اور یہی معتبر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں رسول کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے اور متعدد مقامات پر صرف آپ کی اطاعت کا ہی تذکرہ آتا ہے، ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا تذکرہ نہیں اور نہ ہی اکیلے



اطاعت الہی کا تذکرہ ہے، بلکہ جہاں بھی اللہ کی اطاعت کا تذکرہ ہوا ہے وہاں آپ ﷺ کی اطاعت کا تذکرہ بھی ہے، قرآن کریم کے اس اسلوب سے آپ ﷺ کی حدیث کی اہمیت اور حجیت خوب واضح ہوتی ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (سورۃ نساء: ۸۰)  
 ”جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی“

نیز فرمایا:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (سورہ حشر: ۷)  
 ”جو کچھ رسول تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے وہ تمہیں روکیں رک جاؤ“

نیز فرمایا:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ (سورۃ ال عمران: ۳۱)

”اے نبی ﷺ فرمادیں کی اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہ معاف فرمائے گا“

نیز فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ  
 وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ (سورۃ احزاب: ۲۱)

”تمہارے لئے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرتا ہے“

نیز فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾

(سورۃ نساء: ۶۵)



”آپ کے رب کی قسم! اس وقت تک یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو اپنے اختلافی امور میں فیصلہ نہ مان لیں“  
نیز فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (سورہ نور: ۶۳)

”رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈر جانا چاہئے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے“  
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ الْيُوشِكُ رَجُلٌ شَبَعَانٌ عَلَيَّ  
أَرِيكْتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ  
فَأَحِلُّوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ

(سنن ابوداؤد: ۴۶۰۴، مسند الامام احمد: ۴/۱۳۱ و سندہ صحیح)

”خبردار مجھے کتاب دی گئی ہے اور اسکے ساتھ اسکی مثل، خبردار قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا آدمی اپنے صوفے پر ٹیک لگا کر یہ کہے کہ تم صرف قرآن کو لازم پکڑو جو تم اس میں حلال پاؤ اسی کو حلال سمجھو اور جو حرام پاؤ اسی کو حرام سمجھو“  
واضح ہے کہ کتاب و سنت دو چیزیں ہی دلیل، حجت اور شرعی ثبوت ہیں، گمراہی سے بچنے کی گارنٹی انہیں دو کو لازم پکڑنے سے دی جاسکتی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا:  
إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ اِعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا كِتَابَ اللَّهِ  
وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ (المستدرک للحاکم: ۱/۹۳، و سندہ حسن)

”میں نے تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑی ہیں، جب تک تم انہیں تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے“

لہذا جو ان میں سے کسی ایک کا انکار کرے وہ بھی گمراہ ہے، اور جو انکے ساتھ



تیسری چیز کے اضافے کی ضرورت محسوس کرے وہ بھی گمراہ ہے ان دونوں کی شرعی حیثیت میں کوئی فرق نہیں۔ یاد رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حدیث مبارکہ کو حجت اور دلیل میں قرآن کے برابر سمجھتے تھے، چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے جسم گودنے والیوں اور گودوانے والیوں، چہرے کے بال اکھاڑنے والیوں اور اکھڑوانے والیوں، خوبصورتی کیلئے دانت کھلے کروانے والیوں اور اللہ تعالیٰ کی بناوٹ کو بدلنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے، تو بنی اسد کی ایک عورت ام یعقوب رضی اللہ عنہا نے یہ بات سنی جو کہ قرآن پڑھا کرتی تھی، وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا کہ میں نے یہ بات سنی ہے کہ آپ نے جسم گودنے والیوں اور گودوانے والیوں پر، چہرے کے بال اکھاڑنے والیوں اور اکھڑوانے والیوں پر، دانت کشادہ کروانے والیوں پر، اور اللہ کی بناوٹ کو تبدیل کرنے والیوں پر لعنت کی ہے؟“ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہو، اور یہ تو اللہ کی کتاب میں موجود ہے، اس نے کہا کہ میں نے سارا قرآن پڑھا ہے لیکن مجھے تو اس میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں ملا، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تو قرآن کو (غور سے) پڑھتی تو یہ بات تجھے مل جاتی“ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (سورہ حشر: ۷)

”جو کچھ رسول تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے وہ تمہیں روکیں رک جاؤ“

(صحیح البخاری ۵۹۳۹، صحیح مسلم ۴۸۸۶)

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی بات بھی قرآن کی بات

ہے۔

حدیث بھی کتاب اللہ ہے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بریرہ رضی اللہ عنہا آئی اور کہا کہ میں نے نو (۹) اوقیوں پر اپنے مالکوں سے کتابت کی ہے، ہر سال ایک اوقیہ دینا ہے، میری کچھ مدد کرو، سیدہ



عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، اگر تیرے مالک پسند کریں تو میں انکو سب کے سب اوقیے ایک ہی دفعہ دے دیتی ہوں اور تجھ کو آزاد کر دیتی ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ تیری ولاء میری ہوگی، بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے مالکوں کے پاس گئیں، انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ولاء ہماری ہوگی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے عائشہ! اسے لیکر آزاد کر دو، پھر رسول اللہ ﷺ لوگوں میں خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اسکے بعد! ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں، جو شرط بھی کتاب اللہ کے خلاف ہو وہ باطل ہے اگرچہ سو شرطیں ہوں، اللہ کا حکم عمل کرنے کے زیادہ لائق ہے اللہ تعالیٰ کی شرط زیادہ معتبر ہے، ولاء صرف اسی آدمی کی ہے جو غلام یا لونڈی آزاد کرے۔“ (صحیح البخاری: ۲۱۶۸ و صحیح مسلم: ۱۵۰۴)

ذرا غور کریں کہ یہ بات قرآن مجید میں تو نہیں کہ ولاء غلام کو آزاد کرنے والے کا حق ہے بلکہ حدیث میں ہے لہذا بریرہ رضی اللہ عنہا کے مالکوں نے حدیث کے حکم کے خلاف شرط لگائی تو رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ میری حدیث کے خلاف شرط ہے اور جو شرط میری حدیث کے خلاف ہوگی قبول نہ ہوگی اگرچہ سو شرط ہی کیوں نہ ہو، میرا فیصلہ اور میری شرط زیادہ معتبر اور قابل عمل ہے بلکہ یہاں کتاب اللہ کا ذکر فرمایا کہ:

﴿فَمَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِائَةً شَرْطٍ قَضَاءُ اللَّهِ أَحَقُّ وَشَرْطُ اللَّهِ أَوْثَقُ وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ﴾

”لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں، جو شرط کتاب اللہ میں نہیں اگرچہ وہ سو شرط ہی ہو وہ باطل ہے، اللہ کا حکم عمل کرنے کے زیادہ لائق ہے اور اللہ کی شرط زیادہ معتبر ہے، بیشک ولاء اسکے لئے ہے جو آزاد کرے۔“



ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث اور قرآن شرعی حجت کے لحاظ سے برابر کی اہمیت رکھتے ہیں اور دونوں کا حکم برابر ہوگا، جبکہ آج بعض لوگ (حنفی) قرآن کے حکم کو فرض اور حدیث کے حکم کو واجب قرار دیتے ہیں، یوں حدیث رسول ﷺ کو ثانوی حیثیت دے کر دین میں رخنہ اندازی پیدا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث کا واجب حکم قرآن کے فرضی حکم کے خلاف (بذعم خود) آجائے تو واجب (حدیث) کو چھوڑ دیا جائے گا جبکہ قرآن کے فرض کو لیا جائے گا اور حدیث کا اضافہ قرآن پر قبول نہیں کیا جائے گا، حالانکہ حدیث کی قرآن پر زیادتی اضافہ نہیں بلکہ وضاحت اور شرح ہے اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے (آمین)۔

سیدنا ابو ہریرہ اور خالد جہنی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرنے کی درخواست کی، اس مقدمے کے دوسرے فریق نے ذرا تفصیل سے بات کرنے کی اجازت لے کر کہا ”میرا بیٹا اس کے گھر ملازم تھا، اس کی بیوی سے زنا کر بیٹھا ہے، لوگوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے پر رجم کی سزا ہے، میں نے اس کے بدلے سو بکریاں صدقہ کر دیں اور ایک لونڈی بھی آزاد کر دی ہے پھر میں نے اہل علم سے دریافت کیا تو پتہ چلا کہ میرے بیٹے پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ہے، اور اسکی بیوی کی سزا رجم ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا قُضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللَّهِ﴾ ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا ”تم اپنی بکریاں اور لونڈی واپس لے لو اور تمہارے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور اے انیس! آپ اس (دوسرے آدمی) کی بیوی کے پاس جاؤ اگر وہ اعتراف زنا کر لے تو اسے رجم کر دو“

(صحیح البخاری: ۲۷۲۴، صحیح مسلم ۱۶۹۷)

دیکھیں یہاں بھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے



مطابق فیصلہ کروں گا مگر کنوارے کو سو کوڑے اور سال کی جلا وطنی والی حد قرآن مجید میں نہیں بلکہ حدیث شریف میں ہے گویا کہ آپ ﷺ نے حدیث کو کتاب اللہ فرمایا ہے۔

## حدیث کا حکم بھی فرض کی حیثیت رکھتا ہے

جس چیز کو حدیث فرض قرار دے وہ بھی اسی طرح ہی فرض ہے جس طرح قرآن کا حکم فرض ہوتا ہے

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو ایک لمبا خط لکھا جس میں زکوٰۃ کا شیڈول بتایا اور ابتداء میں لکھا:

﴿هَذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ إِلَىٰ فَرَضِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَىٰ الْمُسْلِمِينَ  
وَالَّتِي أَمَرَ اللَّهُ بِهَا رَسُولُهُ﴾

”یہ فرضی صدقہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے۔“ (بخاری: ۱۲۵۴)

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تین دن رمضان میں قیام اللیل کروایا، چوتھے دن صحابہ رضی اللہ عنہم انتظار کرتے رہے اور آپ ﷺ مسجد میں تشریف نہ لائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب بتایا کہ ہم آپ کا انتظار کرتے رہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: (إِنِّي خَشِيتُ أَنْ يُفْرَضَ عَلَيْكُمْ) میں ڈر گیا تھا کہ تم پر قیام اللیل فرض نہ ہو جائے۔

(صحیح البخاری: ۱۱۲۹، صحیح مسلم ۷۶۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ اس کو باجماعت مسلسل ادا کرتے رہتے تو اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کو باجماعت فرض کر دیتے، معلوم ہوا کہ حدیث رسول بھی شرعی حکم کو فرض کر سکتی ہے اور یہ ہرگز نہیں کہ حدیث کا حکم واجب کی حیثیت رکھتا ہے، فرض کی نہیں، یہ فرض اور واجب کا فرق تو نام نہاد فقہاء کے نزدیک ہے،

حدیث مبارکہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿الْجُمُعَةُ وَاجِبٌ عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ﴾ ”جمعہ ہر مسلمان پر واجب ہے۔“



(سنن ابی داؤد ۱۰۶۷ و سندہ صحیح)

جبکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ﴾

”اے ایمان والو جب نماز جمعہ کیلئے بلا یا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو“

(سورہ جمعہ: ۹)

حنفی مقلدین کی اصطلاح کے مطابق قرآن کا حکم فرض کی حیثیت رکھتا ہے لہذا جمعہ فرض ہونا چاہئے جبکہ حدیث واجب کے الفاظ سے واجب کر رہی ہے، اب احناف کیا کریں گے؟ اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ احناف کے نزدیک جمعہ واجب ہے، ہمارا سوال یہ ہے کہ قرآن کے حکم کے باوجود واجب کیوں کہا؟ کہاں گئی انکی خاص اصطلاح، لہذا ماننا پڑے گا کہ شریعت میں فرض اور واجب ہم معنی ہیں اور احناف نے صرف اختلافی مسائل میں مخصوص احادیث کو ضعیف کرنا تھا اور اپنے امام کے اقوال کو دوام بخشا تھا جس کیلئے وضعی قوانین بنا کر واجب اور فرض کی اصطلاح ایجاد کی اور حدیث کو ثانوی حیثیت دی اور پھر دیگر مسائل میں اس فرق کو سامنے رکھنا بھول گئے۔





## حدیث نبوی ﷺ کی اہمیت قبولیت اعمال کیلئے

قبولیت اعمال کیلئے یہ بنیادی شرط ہے کہ عمل سنت کے مطابق ہو، اگر کوئی عمل خلاف شرع ہو تو وہ مردود و باطل ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا

أَعْمَالَكُمْ﴾ (سورہ محمد: ۳۳)

”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے

اعمال کو غارت نہ کرو۔“

حدیث مبارکہ سے بھی ایک جامع دلیل حاضر خدمت ہے: چنانچہ انس بن

مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((جَاءَ ثَلَاثَةٌ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ

النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَانَهُمْ تَقَالُوهَا فَقَالُوا وَ آيِنَ نَحْنُ مِنْ

النَّبِيِّ ﷺ قَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ فَقَالَ

أَحَدُهُمْ أَمَا أَنَا فَأَنَا أَصَلَّى اللَّيْلِ أَبَدًا وَقَالَ آخَرَانَا أَصُومُ

الدَّهْرَ وَلَا أَفْطِرُ وَقَالَ آخَرُ، أَنَا عَتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوِّجُ

أَبَدًا، فَجَاءَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ أَنْتُمْ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا

وَ كَذَا؟ أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَا خُشَاكُمُ لِلَّهِ وَ اتَّقَاكُمُ لَهُ ، لَكِنِّي

أَصُومُ وَأُفْطِرُ وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ وَ أَتَزَوِّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ



عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي

”تین آدمیوں کا گروہ ازواج رسول اللہ ﷺ کے گھروں کی طرف روانہ ہوا، جو کہ رسول اللہ ﷺ کی عبادت کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے تھے، جب انہیں بتلایا گیا، تو انہوں نے اپنی عبادت کو بہت ہی کم خیال کیا، تو کہنے لگے، ”ہم رسول اللہ کے مقابلے میں کہاں ہیں؟ حالانکہ آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف ہیں۔“ ایک نے کہا کہ ”میں تو ہمیشہ نماز پڑھوں گا۔“ (یعنی رات کا پورا وقت قیام کروں گا) دوسرے نے کہا ”میں زندگی بھر روزے رکھوں گا، افطاری نہیں کروں گا، (یعنی ناغہ نہیں کروں گا)“ تیسرے نے کہا کہ ”میں عورتوں سے الگ تھلگ رہوں گا، شادی نہیں کروں گا،“ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے اور کہا کہ تم نے یہ یہ باتیں کہی ہیں؟ خبردار! اللہ کی قسم، میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور اس کا تقویٰ رکھتا ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں، ناغہ بھی کرتا ہوں، رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ میرے طریقے پر نہیں۔“

(صحیح البخاری ۵۰۶۳: صحیح مسلم: ۱۴۰۱)

ذرا سوچئے! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نیک ارادے سے اور اعمال کو زیادہ کرنے کے لئے یہ قدم اٹھایا اور بڑا شوق تھا کہ عبادت زیادہ سے زیادہ کریں، مگر جب وہ سنت کے مطابق نہ تھی تو بہت بڑی تنبیہ کی گئی کہ سنت سے بے رغبتی کرنے والا رسول اللہ ﷺ کے طریقے سے دور نکل جانے والا ہے، لہذا اس کا اور اس کے عمل کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

بس ضروری ہے، کہ کتاب اللہ سے دلیل کے بعد کسی عمل کے جواز کے لئے صرف سنت رسول ﷺ کو ہی دلیل پکڑا جائے، اگر سنت کے مطابق عمل نہ ہو تو وہ بے



کار اور ناقابل قبول ہے۔

رسول اللہ ﷺ پر ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود آج کتنے ہی لوگ ہیں کہ جنکے اعمال سنتِ رسول اللہ ﷺ کے مخالف ہیں، آخر کیوں؟ اس کی درج ذیل وجوہات ہیں :

- ① بدعت کو دین سمجھ لیا گیا ہے۔
  - ② دعویٰ محبتِ رسول ﷺ کا ہے، مگر سنتِ رسول ﷺ سے صحیح معنوں میں محبت نہیں۔
  - ③ حدیثِ رسول ﷺ کی حجیت اور شرعی مقام سے پہلو تہی ہے۔
  - ④ آئمہ سے محبت میں مبالغہ کی بنا پر شخصی تقلید کا رواج عام ہے
  - ⑤ آئمہ سے محبت میں غلو اور اہل حق سے تعصب کی بنا پر قرآن و حدیث میں تحریف اور وضعی قوانین کے ساتھ احادیث کا مقام گرانہ۔
- ان وجوہات کی بنا پر اختلافی مسائل میں قرآن و سنت کی طرف رجوع کرنے کی بجائے اپنے آئمہ کے اقوال پر جمود اختیار کرنے کی وجہ سے لوگوں کے اعمال رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مخالف ہیں اور اجر و ثواب سے محروم ہیں۔





## بدعت سے دامن بچائیے

”ہر دینی کام جس کی اصل کتاب و سنت میں نہ ہو، بدعت کہلاتا ہے۔“  
ہر بدعت ضلالت و گمراہی ہے جیسا کہ آپ ﷺ اپنے ہر خطبہ میں ارشاد فرماتے تھے۔

وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ”اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“ (صحیح مسلم: ۸۶۷)

نیز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ

”جس نے ہمارے اس (دین کے) معاملے میں کوئی نیا کام ایجاد کیا وہ باطل ہے۔“

(صحیح البخاری: ۲۶۹۷، صحیح مسلم: ۱۷۱۸)

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ

”جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہو، پس وہ باطل ہے۔“

(صحیح مسلم: ۱۷۱۸)

بدعتی کا صرف وہ بدعت والا عمل نہیں، بلکہ تمام نیک اعمال تباہ ہو جاتے ہیں جیسا

کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”لوگو! میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں گا، جو بھی اس سے گزرے گا پانی پیئے گا، جو

ایک بار پیئے گا اسے کبھی پیاس نہ لگے گی، میرے پاس لوگ گروہ درگروہ آئیں گے،



اچانک ایک گروہ آئے گا وہ مجھے پہچانتے ہوں گے اور میں ان کو پہچانتا ہوں گا تو میرے اور ان کے درمیان دیوار حائل ہو جائے گی، میں ان کو وضو کے نشانات سے پہچان لوں گا، میں کہوں گا، آنے دو آنے دو یہ میری امت ہے“ مجھے کہا جائے گا ”إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحَدْتُمْ بَعْدَكَ۔“

”آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کتنے نئے امور ایجاد کر لئے“، تو میں کہوں گا:

سُحِقًا سُحِقًا غَيْرًا وَابَعْدِي

”دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ، انہوں نے میرے بعد میرے دین کو بدل دیا۔“

(صحیح البخاری: ۷۰۵۰، ۷۰۵۱، صحیح مسلم: ۲۲۹۰، ۲۲۹۱)

آج لوگوں کو بدعت سے منع کیا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ اس کے کرنے میں حرج کیا ہے؟ اسکی منع دیکھائیں یاد رہے! ایسا کہنے میں مندرجہ ذیل حرج ہے:

(۱) جو کہتا ہے کہ اس میں حرج کیا ہے؟ گویا کہ وہ اللہ اور اسکے رسول سے آگے بڑھتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقَدَّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ،

(سورہ حجرات: ۱)

”اے اہل ایمان! اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو۔“

(۲) ..... دوسرا حرج یہ ہے کہ وہ عمل مردود و باطل ہے:

آج لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جناب بدعتِ حسنہ ہے، لہذا کر لینی چاہیے۔ جبکہ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ بَدْعَةٍ ضَالَّةٌ

”ہر بدعت گمراہی ہے“ (صحیح مسلم: ۸۶۷)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:



كُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَإِنْ رَأَاهَا النَّاسُ حَسَنَةً

”ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اس کو بدعت حسنہ سمجھتے پھریں۔“

(السننہ لمحمد بن نصر المروزی: ص ۲۴، وسندہ صحیح)

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جناب ہر نئی چیز بدعت ہے تو یہ گھڑی ہاتھ میں سجانا، گاڑی رکھنا، مسجد کے سپیکر کا استعمال وغیرہ، یہ بھی بدعت ہے، ایسا کیوں کرتے ہو؟

ایسے لوگ یا تو بدعت کی تعریف سے واقف نہیں یا پھر تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہیں۔ حالانکہ بدعت کی تعریف یہ ہے ”ہر وہ دینی کام جس کی اصل کتاب و سنت میں نہ ہو۔“ یہ دنیاوی متاع ضرورت تو دین سے متعلق نہیں ہیں، اگر یہ چیزیں دین ہوتیں تو جس کے پاس گاڑی یا گھڑی نہ ہوتی وہ بے دین ہوتا، جس مسجد میں سپیکر نہ ہوتا وہ مسجد دین سے خالی ہوتی، حالانکہ ایسا نہیں ہے، معلوم ہوا کہ یہ چیزیں دین میں داخل نہیں، اور نہ ہی بدعت ہیں۔

پھر کہتے ہیں، آخر اس کی منع دیکھاؤ، ہم کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دور میں ہوتی، تو منع ہوتی، اگر منع ہوتی تو شرعاً ممنوع کاموں میں شمار ہوتی، اس کی منع کس طرح ہو؟ جو آدمی پیدا ہی نہ ہوا ہو، اس کی وفات کیسے ثابت کریں؟

### صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بدعت سے اجتناب

نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس چھینک لگائی اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ تو میں بھی کہتا ہوں (یعنی مجھے رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجنے میں کوئی اعتراض نہیں) لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے کہ (چھینک کے بعد) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ کہیں (لہذا جو سنت طریقہ ہے وہی اختیار کرو)



(سنن الترمذی ۲۷۳۷ المستدرک للحاکم : ۴ / ۲۶۵ ۲۶۶ شعب الایمان

للبیہقی ۸۸۸ و سندہ حسن ، امام حاکم اور ذہبی نے اس کو ”صحیح“ کہا ہے)

نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہا ” فلاں آدمی نے آپ کو سلام کہا ہے“ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”میں نے سنا ہے کہ اس نے بدعت ایجاد کی ہے، اگر یہ صحیح ہے تو اسے میری طرف سے سلام مت پہنچانا۔“

(سنن ترمذی : ۲۱۵۲ وقال ”حسن- صحیح“ سنن ابن ماجہ: ۴۰۶۱ و سندہ صحیح)

عمر بن سلمہ سے روایت ہے کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر صبح کی نماز سے قبل جمع ہوتے ، جب آپ نکلتے تو ہم آپ کے ساتھ مسجد جاتے ، ایک روز ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا ”اے ابو عبدالرحمن! میں نے ابھی ابھی مسجد میں عجیب چیز دیکھی ہے ، اور الحمد للہ خیر ہی دیکھی ہے“ آپ نے فرمایا ”وہ کیا چیز ہے ؟“ فرمایا ”اگر آپ زندہ رہے تو ابھی دیکھ لیں گے ، میں نے دیکھا کہ لوگ مسجد میں نماز کے انتظار میں حلقے بنائے بیٹھے ہیں ، ہر حلقے کے ساتھ ایک شخص ہے اور لوگوں کے ہاتھ میں کنکریاں ہیں ، وہ شخص کہتا ہے سو بار ”اللہ اکبر“ کہو ، لوگ سو بار ”اللہ اکبر“ کہتے ہیں پھر وہ کہتا ہے سو بار ”لا الہ الا اللہ“ کہو لوگ سو بار ”لا الہ الا اللہ“ کہتے ہیں۔ وہ کہتا ہے ”سو بار ”سبحان اللہ“ کہو ، لوگ سو بار ”سبحان اللہ“ کہتے ہیں“ آپ نے فرمایا ”تم نے ان سے کیا کہا؟“ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا آپ کے حکم کے انتظار میں تھا ، ان سے کچھ نہیں کہا۔

فرمایا! ”کیوں نہ ان کو حکم دیا کہ وہ اپنے گناہ شمار کریں ، ان کی نیکیاں ضائع نہ ہوں گی؟“ پھر آپ چل پڑے ہم بھی آپ کے ساتھ تھے ، یہاں تک کہ آپ ان حلقوں میں سے ایک حلقہ کے پاس پہنچے اور کھڑے ہو گئے اور فرمایا ”میں تمہیں یہ کیا کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟ ان لوگوں نے جواب دیا ”یہ کنکریاں ہیں جن پر ہم تسبیح ، تحلیل و تکبیر شمار کرتے ہیں ، فرمایا ”اس کے بدلے تم اپنے گناہ شمار کرو ، میں ضامن ہوں کہ



تمہاری نیکیاں ضائع نہ ہوں گی: تم برباد ہو رہے ہو، اے امت محمد ﷺ! کیا ہلاکت نے اتنی جلد تمہیں پالیا؟ یہ تمہارے نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ابھی موجود ہیں، آپ ﷺ کے کپڑے ابھی پرانے نہیں ہوئے اور برتن ابھی ٹوٹے نہیں، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یا تو تم محمد ﷺ کی ملت سے زیادہ ہدایت یافتہ ملت پر ہو یا گمراہی و ضلالت کا دروازہ کھول رہے ہو، ان لوگوں نے کہا! 'اے ابو عبد الرحمن! اللہ کی قسم ہم نے تو خیر ہی کا ارادہ کیا ہے، فرمایا "کتنے خیر کے طالب وہاں تک نہیں پہنچ پاتے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان فرمایا کہ ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا (یعنی دل پر اثر نہیں کرے گا)

اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا شاید اسکے مصداق تم میں سے اکثر لوگ ہوں گے، عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ! ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں میں شریک اکثر لوگ نہروان کے دن خوارج کے ساتھ ہم پر تیر برسارہے تھے۔"

(سنن الدارمی: ۱/ ۶۸-۶۹ ح ۲۱۰، و سند صحیح)





## اتباع کے معاملے میں مومنوں کا شیوا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأَلَيْكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (سورہ نور: ۵۱)

”مومنوں کا تو بس یہی قول ہوتا ہے کہ جب ان کے آپس کے فیصلوں کے

لئے ان کو اللہ (قرآن) اور رسول اللہ ﷺ (حدیث) کی طرف بلایا جاتا ہے

تو کہتے ہیں ”ہم نے سن لیا اور اطاعت کی یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں“

اہل ایمان پر رسول اکرم ﷺ کی اتباع واجب ہے۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میری

اور اس ہدایت کی مثال، جسے میں دے کر بھیجا گیا ہوں ایسی ہے جیسے کہ ایک آدمی اپنی

قوم کے پاس آئے اور کہے، لوگو! میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے جس

سے تمہیں واضح طور پر خبردار کر رہا ہوں، لہذا اس سے بچنے کی فکر کرو، قوم کے کچھ لوگوں

نے اس کی بات مان لی اور راتوں رات (چپکے سے) فرصت کے لمحات میں نکل گئے

جبکہ دوسرے لوگوں نے جھٹلا دیا اور اپنے گھروں میں (غفلت سے) پڑے رہے۔ صبح

کے وقت لشکر نے انہیں آلیا اور ہلاک کر کے ان کی نسل کا خاتمہ کر دیا۔ یہ مثال میری اور

مجھ پر نازل کئے گئے حق کی پیروی کرنے والے اور نہ کرنے والے اور جس حق کو میں

لے کر آیا ہوں اس کو جھٹلانے والے لوگوں کی ہے۔“

(صحیح البخاری: ۷۲۸۳، صحیح مسلم: ۲۲۸۳)



### سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا جذبہ اتباع رسول ﷺ!

آئیے دیکھیں کہ مومن کس جذبہ سے نبی کریم ﷺ کی اتباع کرتے ہیں:

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک ریشمی جوڑا دیا، میں اسے پہن کر نکلا تو آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر غصہ کے آثار دیکھے تو اسے پھاڑ کر (گھر کی) خواتین کو دے دیا۔“

(صحیح البخاری: ۵۸۴۰، صحیح مسلم: ۲۰۷۰، واللفظ له)

### سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کا جذبہ اطاعت رسول ﷺ

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں دوپہر کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ کی پتھر ملی زمین پر جا رہا تھا، بنی اکرم ﷺ نے فرمایا ”ابوذر رضی اللہ عنہ! میرے واپس آنے تک یہیں رکنا اور آپ ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے حتیٰ کہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے، اچانک میں نے کچھ شور اور آواز سنی تو مجھے خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں رسول ﷺ کو کوئی حادثہ پیش نہ آ گیا ہو۔ میں نے ارادہ کیا کہ آپ ﷺ کے پیچھے جاؤں پھر مجھے یاد آیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا ”جب تک میں واپس نہ آؤں تم یہیں ٹھہرنا“ چنانچہ میں رک کر آپ کا انتظار کرنے لگا۔“

(صحیح مسلم: ۲۳۰۴ / ۹۴)

### سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا جذبہ اتباع رسول ﷺ

سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (میرے ہاں قیام کے دوران) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب کھانا پیش کیا جاتا تو آپ ﷺ (حسب خواہش) اس میں سے تناول فرما لیتے اور باقی کھانا میرے پاس بھیج دیتے۔ ایک روز آپ ﷺ نے کھانا کھائے بغیر ویسے کا ویسا ہی واپس بھیج دیا کیونکہ اس کھانے میں لہسن تھا۔ میں نے آپ ﷺ سے عرض کی ”کیا لہسن حرام ہے؟“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”حرام تو نہیں



میں اس کی ناگوار بو کی وجہ سے اسے ناپسند کرتا ہوں۔“ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرمانے لگے ”جس چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند فرماتے ہیں، میں بھی اسے ناپسند کرتا ہوں۔“

(صحیح : مسلم ۲۰۵۳)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا جذبہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم عن جابر رضی اللہ عنہ قال لما استوى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يوم الجمعة قال : (( اجلسوا )) فسمع ذلك ابن مسعود رضی اللہ عنہ فجلس على باب المسجد فرآه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فقال تعال يا عبد الله بن مسعود

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (خطبہ دینے کے لئے) منبر پر تشریف لائے تو فرمایا ”لوگو! بیٹھ جاؤ۔“ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سنا تو مسجد کے دروازے پر ہی بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا ”عبد اللہ! مسجد کے اندر آ کر بیٹھو۔“ (سنن ابی داؤد : ۱۰۹۱ او سندہ حسن اس حدیث کو امام دین خزیمہ (۱۷۸۰) اور امام حاکم (۲۸۳، ۲۸۴) نے صحیح کہا ہے حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے)

ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منفرد جذبہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگٹھی دیکھی، آپ نے اس کے ہاتھ سے اتار کی پھینک دی اور فرمایا ”تم میں سے کوئی شخص قصداً آگ کا انگارہ اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے“ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے کہا ”اپنی انگٹھی اٹھا اور (پہننے کی بجائے) کوئی دوسرا فائدہ اٹھا لو (مثلاً اپنی بیوی کو دے دو یا بیچ دو)“ اس آدمی نے جواب دیا ”اللہ کی قسم! جس انگٹھی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینکا ہے میں اسے کبھی



نہیں اٹھاؤں گا۔“

(صحیح مسلم: ۲۰۹۰)

### صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (غزوہ خیبر کے موقع پر) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی حاضر ہوا اور عرض کیا ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گھریلو گدھے کا گوشت کھا رہے ہیں“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر دوسرا آدمی حاضر ہوا اور عرض کیا ”لوگ گھریلو گدھے کا گوشت کھا رہے ہیں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر خاموشی اختیار فرمائی، پھر تیسرا آدمی حاضر ہوا اور عرض کیا ”لوگوں نے گھریلو گدھے ختم کر ڈالے ہیں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کرنے والے کو حکم دیا اور اس نے بلند آواز سے یہ اعلان کیا ”اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کو گھریلو گدھا کھانے سے منع فرماتے ہیں۔“ تمام لوگوں نے یہ سن کی اپنی ہنڈیاں الٹ دیں حالانکہ ان میں گوشت ابل رہا تھا۔

(صحیح البخاری: ۲۹۹۱، صحیح مسلم: ۱۹۲۰)

(۲) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ صرف فسیخ (کھجور سے بنائی گئی) شراب ہی استعمال کرتے تھے، میں (ایک مجلس میں) ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگوں کو شراب پلا رہا تھا کہ اچانک ایک آدمی آیا اور پوچھا ”کیا تمہیں اطلاع مل گئی ہے؟“ انہوں نے کہا ”کون سی اطلاع؟“ آدمی نے کہا ”شراب کی حرمت کی“ یہ سنتے ہی سب نے بیک زبان کہا ”انس رضی اللہ عنہ! یہ سارے مسئلے بہادو۔“ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ”حرمت شراب کی اطلاع ملنے کے بعد نہ تو کسی نے اس کے بارے میں کوئی سوال کیا اور نہ ہی کسی نے تکرار کی۔“

(صحیح البخاری: ۲۶۱۷، صحیح مسلم: ۱۹۸۰)

(۳) سیدنا ابو ثعلبہ خثنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (دوران سفر) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کسی مقام پر ٹھہرتے تو وادیوں اور گھاٹیوں میں ادھر ادھر بکھر جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے



فرمایا ”تمہارا وادیوں اور گھاٹیوں میں بکھر جانا شیطان کی طرف سے ہے۔“ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کسی مقام پر ایسا نہیں کیا بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح مل کر بیٹھتے کہ ایک ہی کپڑا ان پر ڈال دیا جائے تو سب کو ڈھانک لے۔ (سنن ابی داؤد : ۲۶۲۸ مسند الامام احمد : ۳ / ۱۹۳ و سندہ صحیح، اس حدیث کو امام ابن حبان (۲۷۴۵) اور امام حاکم ۱۱۵ / ۲ نے صحیح کہا ہے حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے)

(۴) سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے (مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد) سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کے رخ پر نماز پڑھی، لیکن آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ (مسلمانوں کا قبلہ) بیت اللہ شریف ہو۔ (حکم الہی آنے کے بعد) آپ ﷺ نے عصر کی نماز بیت اللہ کے رخ پر پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ (بیت اللہ شریف کے رخ پر) نماز ادا کی۔ آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں سے ایک آدمی باہر نکلا اور اس کا گزر ایک مسجد پر ہوا، اس وقت نمازی حالت رکوع میں (بیت اللہ کی طرف رخ کئے ہوئے) تھے اس شخص نے (بلند آواز سے) کہا ”میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بیت اللہ شریف کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے۔“ (آواز سننے کے بعد) مسجد کے سارے نمازی حالت رکوع میں ہی بیت اللہ شریف کی طرف گھوم گئے۔“

(صحیح البخاری : ۴۴۸۴)

سبق

یہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ اتباع رسول ﷺ جن ہستیوں کا جذبہ اتباع رسول اس قدر ہو ان کے بارے میں یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے دین کے کسی معاملے میں عمل نہ کیا ہو بلکہ یہ کہنا بجا ہو گا کہ جو چیز صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں دین نہ تھی



آج دین نہیں ہو سکتی کیونکہ انہوں نے بعد والوں کے لیے قیل و قال کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔

## اتباع حدیث کے فوائد و ثمرات

(۱) اتباع حدیثِ رحمتِ باری تعالیٰ کی موجب ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝﴾ (ال عمران: ۱۳۲)

”اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“

(۲) حدیثِ رسول کی پیروی سے اللہ کی محبت حاصل ہوتی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝﴾ (سورہ عمران: ۳۱)

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے

محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے

والا ہے۔

(۳) حدیث کی پیروی سے گناہ معاف ہوتے ہیں

فرمایا:

﴿يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ (سورہ آل عمران: ۳۱) ”وہ تمہارے گناہ بھی معاف

فرمائے گا۔“

(۴) اتباعِ رسول میں ہی راہِ ہدایت ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ تَطِيعُوهُ تَهْتَدُوا﴾ (سورہ نور: ۵۴) ”اگر تم

اس (پیغمبر ﷺ) کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:



﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (شوری: ۵۲)

”اور بلاشبہ آپ سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں“

رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنے والا کوئی بھی نہیں، اور نہ ہی آپ کے مبارک طریقے سے بڑھ کر کسی کا طریقہ ہو سکتا ہے، بلکہ دوسرے بذات خود ہدایت حاصل ہی نہیں کر سکتے، انہیں بھی ہدایت اور حق اگر مل سکتا ہے تو کتاب و سنت سے ہی مل سکتا ہے، لہذا حق یہی ہے کہ آپ ﷺ کی بات مانی جائے اور اسکے مطابق عمل کیا جائے کیوں کہ عقل مندی کا تقاضا بھی یہی ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمْ مَنْ لَا يَهْدِي إِلَّا أَنْ يُهْدَىٰ

فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ﴾ (سورئہ یونس: ۳۵)

”کیا بھلا جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسکی پیروی کی جائے یا وہ جو خود ہدایت نہیں پاتا بلکہ اسے ہدایت دی جاتی ہے، تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسے فیصلہ کرتے ہو“

(۵) حدیث کی اتباع سے گمراہی سے نجات ملتی ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ اِعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تُضِلُّوا أَبَدًا كِتَابَ  
اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ

”میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑ کے جا رہا ہوں جسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے، وہ اللہ کی کتاب اور اسکے نبی کی سنت

ہے۔“ (المستدرک للحاکم ۱/ ۹۳ و سندہ حسن)

(۶) اتباع حدیث میں کامیابی کا راز ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:



﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝﴾

(سورۃ احزاب: ۷۱)

”جس نے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کی یقیناً اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔“

نیز فرمایا:

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝﴾

(سورۃ نور: ۵۱، ۵۲)

”اہل ایمان کا تو قول ہی یہی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی طرف بلایا جائے تاکہ وہ انکے معاملات میں فیصلہ کریں تو وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور اطاعت کی، یہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں، اور جو لوگ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کریں، خوف الہی رکھیں اور اس (کے عذابوں) سے ڈرتے رہیں یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں“

(۷) حدیث کا پرچار کرنے سے انسان خوش باش رہتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نَضَرَ اللَّهُ امْرَأً أَسْمَعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ (سنن الترمذی

۲۶۵۷، و قال ”حسن صحیح“، مسند الامام احمد: ۱/۳۳۷، سنن ابن

ماجہ: ۲۳۲، و سندہ صحیح، امام ابو نعیم اصبہانی (حلیۃ الاولیاء: ۷/۳۳۱) کہتے ہیں صحیح

ثابت ہے۔)

”اللہ اس بندے کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی چیز سنی اور اسے اسی

طرح پہنچایا جس طرح سنا تھا۔“



(۸) اختلافی مسائل میں حدیث کی طرف رجوع کرنے سے معاملے میں خیر ہوتی ہے اور انجام میں حسن آتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝﴾ (سورۃ نساء: ۵۹)

”اگر کسی معاملہ میں تنازعہ کرو تو اسکو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔“

(سورۃ نساء: ۵۹)

(۹) حدیث کی پیروی سے جنت میں داخلہ ملتا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝﴾ (سورۃ نساء: ۱۳)

”جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا، اللہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری ساری امت جنت میں جائے گی ماسوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! کون ہے جو جنت میں جانے سے انکار کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى

”جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی

کی گویا اس نے جنت میں جانے سے انکار کیا۔“ (صحیح البخاری: ۷۲۸)

(۱۰) حدیث کی اتباع میں عظیم لوگوں کی رفاقت حاصل ہوتی ہے



ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا﴾ (سورۃ النساء: ۶۹)

”اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا، جیسے نبی، صدیق، شہید اور صالح لوگ، یہی بہترین رفیق ہیں۔“





## حدیثِ رسول ﷺ سے انحراف و انکار کے نقصانات

### حدیث چھوڑنا گمراہی ہے

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک شخص گھر میں ہی نماز پڑھ لیتا اور مسجد میں آنا ضروری نہ سمجھتا تھا تو آپ سخت غصے ہوئے اور لوگوں سے فرمایا کہ:

(مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَلْقَى اللَّهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلَيَّ هُوَ لَاءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادِي بِهِنَّ فَإِنَّ اللَّهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ سُنَنَ الْهُدَى وَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى وَلَوْ أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ كَمَا يُصَلِّي هَذَا الْمُتَخَلِّفُ فِي بَيْتِهِ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ)

”جو چاہتا ہے کہ کل مسلمان کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے تو ان نمازوں کی پابندی کے لیے وہاں جائے جہاں سے ان کے لیے اذان دی جائے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے لیے ہدایت کے راستوں کو دین بنایا ہے اور یہ بھی ہدایت کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے، اگر اس کی طرح تم نے بھی اپنے گھروں میں نماز پڑھنا شروع کر دی جس طرح یہ پیچھے رہنے والا کرتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت چھوڑ بیٹھو گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دیا تو پھر گمراہ ہو جاؤ گے۔“

(صحیح مسلم: ۶۵۴)



نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا مُّبِينًا ۝﴾

(سورہ احزاب: ۳۶)

”اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے گا وہ واضح گمراہ ہوگا۔“

حدیث سے انحراف کرنے والے مومن نہیں بلکہ منافق ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ ۝﴾ (سورہ نور: ۴۷، ۴۸)

”اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی پھر ان میں سے ایک فرقہ اس کے بعد بھی پھر جاتا ہے یہ مومن ہی نہیں ہیں جب یہ اس بات کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے جھگڑے چکا دے تو بھی ان کی ایک جماعت منہ موڑنے والی بن جاتی ہے۔“

حدیث رسول ﷺ کا انکار جنت میں جانے سے انکار

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝﴾

(سورہ نساء: ۱۱۵)

”اور جو رسول کی مخالفت کریگا اپنے پاس ہدایت آجانے کے بعد اور مومنین کے راستے کے علاوہ کسی اور راستے پر چلے گا، ہم اسکو وہاں پھیر دیں گے جہاں وہ پھرنا چاہتا ہے اور ہم اسے دوزخ میں ڈال دیں گے اور یہ برا ٹھکانہ ہے۔“

نیز فرمایا:



﴿وَمَنْ يُعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾ (سورہ نساء: ۱۴)

”جو اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے تجاوز کرے اللہ اسکو دوزخ میں داخل کرے گا اور اسکے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری ساری امت جنت میں جائے گی ماسوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ کون ہے جو جنت میں جانے سے انکار کرتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدَابِي ”جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس نے جنت میں جانے سے انکار کیا“ (صحیح بخاری: ۷۲۸۰)

### حدیث کی مخالفت ہلاکت کا ذریعہ ہے

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میری لائی ہوئی چیز (نبوت و رسالت) کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے اپنی قوم کو آ کر کہا کہ اے میری قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے فوج دیکھی ہے، میں تمہیں واضح طور پر اس سے ڈرانے والا ہوں، لہذا بچ جاؤ! بچ جاؤ۔ تو قوم میں سے ایک جماعت نے اسکی بات مانی اور راتوں رات نکل کر پناہ گاہ میں جا چھپے اور بچ گئے، جبکہ ایک جماعت نے اسکو جھٹلایا اور صبح تک اپنے اپنے مکانات پر ہی رہے، اندھیرے میں دشمن نے حملہ کر دیا اور انہیں ہلاک کر کے غارت کر دیا، پس یہ مثال ہے اسکی جس نے میری اطاعت کی اور جو میں لے کر آیا، اسکی پیروی کی اور اس شخص کی جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق میں لے آیا ہوں اسے جھٹلایا۔“

(صحیح البخاری: ۷۲۸۳، صحیح مسلم: ۲۲۸۳)

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو جھٹلانے والا ہلاک ہو جاتا ہے۔



عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِلَّةِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيغُ عَنْهَا إِلَّا هَالِكٌ

”میں تمہیں ایسے روشن دین پر چھوڑ کر جا رہا ہوں جسکی رات اسکے دن کی طرح ہے اس سے صرف وہی روگردانی کرے گا جو ہلاک ہونے والا ہے۔“

(السنة لابن ابی عاصم: ۴۸، صحیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں، جب تک انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے گمراہ نہیں ہو گے، وہ اللہ کی کتاب اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔“ (المستدرک للحاکم: ۱/ ۹۳، و سندہ حسن)

معلوم ہوا کہ انہیں دو چیزوں پر چلنے والے واضح شاہراہ پر چلنے والے ہیں اور جو ان سے انحراف کریگا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

### حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے عذاب کا اندیشہ

سیدنا سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک آدمی بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اس نے کہا کہ میں طاقت نہیں رکھتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ رکھیں، پھر وہ اپنا ہاتھ (زندگی بھر منہ تک) نہ اٹھا سکا۔“ (صحیح مسلم: ۲۰۲۱)

سیدنا سعید بن مسیب کے دادا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا ”حزن“ یعنی غم، آپ نے فرمایا کہ تیرا نام سھل (آسانی) ہے، اس نے کہا کہ نہیں، میرے دادا نے میرا نام حزن رکھا ہے، (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ رائے کے مطابق نام نہیں بدلا بلکہ مخالفت کی اور اپنے باپ دادا کی بات کو ترجیح دی) تو سیدنا سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ اگر میرے دادا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر اپنا نام سھل رکھ لیتے تو ہمارے گھر میں آسانی ہی آسانی ہوتی مگر اس نے نافرمانی کی اور آج



(صحیح البخاری: ۶۱۹۳)

تک ہمارے گھر سے فقر و فاقہ ختم نہیں ہوا۔“

## حدیثِ رسول ﷺ سے انحراف کفر ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ  
الْكُفْرِينَ﴾ (سورنہ ال عمران: ۳۲)

”فرمادیتے ہیں کہ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو اور اگر تم پھر گئے تو اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا“

اللہ تعالیٰ نے کتاب و سنت سن لینے کے بعد اس سے انحراف کرنے سے منع

فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنهُ وَانْتُمُ  
تَسْمَعُونَ﴾ (سورۃ انفال: ۲۰)

”اے ایمان والو! اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو اور سن لینے کے باوجود اس سے روگردانی مت کرو“

## حدیث سے انحراف کرنے والوں کا انجام

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہ کرنے والوں کے لئے آخرت میں بدترین عذاب

ہے اور ان کے لئے حسرت ہوگی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَوْمَ تَقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيْتَنَّا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا  
الرَّسُولَ﴾ (سورۃ احزاب: ۶۶)

”جس دن انکے چہرے جہنم میں الٹ پلٹ کئے جا رہے ہوں گے تو وہ کہیں گے کہ کاش ہم نے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی“

نیز فرمایا:



﴿يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصُوا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ ط  
وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ۝﴾ (سورہ نساء: ۴۲)

”اس دن کافر اور وہ لوگ کہ جنہوں نے رسول ﷺ کی نافرمانی کی ہوگی  
چاہیں گے کہ کاش انکے ساتھ زمین کو برابر کر دیا جائے اور وہ اللہ سے کوئی  
بات بھی نہیں چھپائیں گے۔“  
مایوس ہو کر کہیں گے:

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَلِيَّتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ  
سَبِيلًا ۝﴾ (سورہ فرقان: ۲۷)

”اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹتے ہوئے کہے گا ہائے کاش! میں  
رسول ﷺ کے طریقے کو ہی اپنالیتا“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اس ظالم کی حالت سے آگاہ کر رہے ہیں جس نے  
رسول اللہ ﷺ کے طریقے اور آپ کی روشن تعلیمات سے انحراف کیا اور دوسرے لوگوں  
کے طریقے اختیار کئے اور انہیں ”پیر طریقت“ اور رہبر کامل ماننا رہا۔

حدیث رسول ﷺ کا استہزاء اور ناقدری کا انجام

﴿إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ۝﴾

”بے شک ہم آپ کا مذاق اڑانے والوں سے انتقام لینے کے لئے آپ کو  
کافی ہیں۔“ (سورہ حجر: ۹۵)

نیز فرمایا:

﴿وَلَيْنُ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ  
وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۝ لَا تَعْتَدِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ  
إِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبُ طَائِفَةٌ بَأْسَهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ۝﴾

(سورہ توبہ: ۶۵، ۶۶)



”اگر تم ان (منافقوں) سے پوچھو تم کیا باتیں کر رہے تھے؟ وہ فوراً جواب دیں گے: بس ہم تو ذرا ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے ان سے کہو: کیا تمہاری ہنسی اور دل لگی اللہ، اسکی آیات اور اسکے رسول کے ساتھ ہی تھی؟ اب معذرتیں پیش نہ کرو، ایمان لانے کے بعد تم نے کفر کیا ہے، اگر ہم نے تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر بھی دیا تو دوسرے گروہ کو سزا ضرور دیں گے کیونکہ وہ مجرم ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ (سورہ کوثر: ۳)

”بیشک آپ کا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔“





## دامن حدیث مضبوطی سے تھا ماجائے

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا  
 لِكُلِّ عَمَلٍ شَرٌّ وَلِكُلِّ شَرِّهِ فِطْرَةٌ فَمَنْ كَانَتْ فِطْرَتُهُ إِلَى سُنَّتِي  
 فَقَدْ أَفْلَحَ وَمَنْ كَانَ إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ فَقَدْ هَلَكَ  
 ”ہر کام کیلئے شدت اور ہر شدت کیلئے رکنا ہے، پس جس کا رکنا میری سنت کی  
 وجہ سے ہوا (ہر چیز پر سنت کو ترجیح دی) تو اس نے فلاح پائی اور جس نے میری  
 سنت کے علاوہ کوئی اور راہ اختیار کی تو وہ ہلاک ہو گیا“

(مسند الامام احمد: ۲/۱۸۸، ۲۱۰، السنة لابن ابی عاصم: ۵۱، مشکل الآثار

للطحاوی: ۲/۸۸ و سندہ صحیح و صححہ ابن حبان: ۱۱)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ  
 تُضِلُّوا أَبَدًا كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ

”اے لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم اسکو مضبوطی سے  
 پکڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے وہ اللہ کی کتاب اور اسکے نبی کی سنت  
 ہے۔“

(المستدرک للحاکم: ۱/۱۹۳ و سندہ حسن)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہا وہ بہت زیادہ  
 اختلاف دیکھے گا، پس تم میری اور خلفائے راشدین ہدایت یافتہ کی سنت کو تھامے  
 رکھنا، سنت کو مضبوطی سے پکڑو اور سنت پر سختی سے کوشاں رہو اور نئے نئے امور سے



بچو ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

(سنن ابی داؤد: ۴۶۰۷، سنن الترمذی: ۲۶۷۶ و قال ”حسن صحیح“ مسند

الامام احمد: ۱۲۶/۳ و سندہ صحیح)

سبق

معلوم ہوا کہ گمراہی، اختلاف اور ہلاکت سے بچنے اور ہدایت، فلاح اور حق پانے کا واحد بل صرف کتاب و سنت ہی کو مضبوطی سے دامن گیر ہونے میں ہے، نئے نئے امور سے اجتناب کیا جائے جن کی اصل کتاب و سنت میں نہ ہو، خواہ وہ بھلے ہی لگیں۔





باب: ۷

## دامن حدیث تھامنے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اسلوب

اگر اللہ کے نبی ﷺ نہ کرتے تو میں نہ کرتا

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دیا اور فرمایا:  
 اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجْرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْ لَا اِنِّیْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ  
 اللّٰهِ ﷺ یُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ

”میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے، نہ نقصان دے سکتا ہے نہ نفع، اگر میں نے  
 رسول اللہ ﷺ کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ  
 دیتا۔“  
 (صحیح البخاری: ۱۵۹۷، صحیح مسلم: ۱۲۷۰)

انس بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ جب انس رضی اللہ عنہ شام سے واپس آئے تو ہم ان  
 سے ”عین التمر“ کے مقام پر ملے، میں نے دیکھا کہ آپ گدھے پر سوار ہو کر نماز پڑھ  
 رہے تھے، اور آپ کا منہ قبلہ سے بائیں جانب تھا، اس پر میں نے کہا کہ میں نے آپ  
 کو قبلہ کے سوا دوسری طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، تو انہوں نے جواب  
 دیا کہ

لَوْ لَا اِنِّیْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَهُ لَمْ اَفْعَلُهُ  
 ”اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو کبھی ایسا نہ  
 کرتا۔“

(صحیح البخاری: ۱۱۰۰)



یہ بدعت ہے

سعد بن طارق الاشجعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ اے اباجان بلاشبہ آپ نے رسول اللہ ﷺ، ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے، کیا وہ فجر کی نماز میں (مستقل) قنوت نازلہ پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے کہا ”اَیُّ بَنِي مُحَمَّدٍ“ اے میرے بیٹے یہ بدعت ہے“ (یعنی نہ آپ ﷺ ایسا کرتے، نہ خلفائے راشدین کرتے تھے، بعد کے لوگوں نے یہ بدعت بنائی ہے، اس سے بچ کر حدیث رسول ﷺ کا دامن تھام لو۔)“ (سنن ابن ماجہ : ۱۲۴۱، سنن الترمذی : ۴۰۲، ۴۰۳، و قال ”حسن صحیح“ سنن النسائی : ۱۰۸۱، مسند الامام احمد : ۳ / ۴۷۳، و سندہ صحیح)

اللہ کے رسول کی بات سن کر یہ عمل ہرگز نہ چھوڑوں

رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں سے کسی نے آپ سے جہاد کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے لیے ”بہترین جہاد حج ہے“ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپکی یہ بات سننے کے بعد میں حج کبھی نہیں چھوڑوں گی۔“

(صحیح البخاری : ۵۶۵۲، صحیح مسلم : ۲۵۷۶)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا اللہ اکبر کبیراً وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَ سُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَ اَصِيلاً تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس طرح کے کلمات کہنے والا کون ہے؟“ لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا میں ہوں، اللہ کے رسول ﷺ! تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے تعجب ہوا کہ ان کے لیے آسمان کے دروازے کھولے گئے۔“

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے اس وقت سے ان کلمات کو ترک نہیں کیا۔“

(صحیح مسلم : ۱۲۹۷)



جو کام نبی ﷺ نے کیا میں اسے چھوڑنا پسند نہیں کرتا

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رمل تو مشرکوں کو اپنی طاقت دکھانے کیلئے تھا، اب اسکی ضرورت نہیں مگر ہم ایسی چیز کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے جو اللہ کے رسول ﷺ نے کیا کرتے تھے۔“  
(صحیح البخاری: ۱۶۰۵، صحیح مسلم: ۱۲۷۰)

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا، انہیں کہا گیا کہ کیا آپ ایسا کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا:  
وَمَا يَمْنَعُنِي وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَفْعَلُهُ  
”مجھے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے جب کہ میں نے آپ ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔“

(صحیح البخاری: ۳۸۷، صحیح مسلم: ۲۷۲، سنن الترمذی: ۹۳، سنن

نسائی: ۱۱۸، سنن ابن ماجہ: ۵۲۳)

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (میرے ہاں قیام کے دوران) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب کھانا پیش کیا جاتا تو آپ ﷺ (حسب خواہش) اس میں سے تناول فرما لیتے اور باقی کھانا میرے پاس بھیج دیتے۔ ایک روز آپ ﷺ نے کھانا کھائے بغیر ویسے کا ویسا ہی واپس بھیج دیا کیونکہ اس کھانے میں لہسن تھا۔ میں نے آپ ﷺ سے عرض کی ”کیا لہسن حرام ہے؟“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”حرام تو نہیں، میں اس کی ناگوار بو کی وجہ سے اسے ناپسند کرتا ہوں۔“ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرمانے لگے ”جس چیز کو آپ ﷺ ناپسند فرماتے ہیں، میں بھی اسے ناپسند کرتا ہوں۔“  
(صحیح مسلم: ۲۰۵۳)

جسے اللہ کے نبی ﷺ نے چھوڑ دیا اسے میں نہیں لے سکتا

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی



کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی، آپ نے اس کے ہاتھ سے اتار کی پھینک دی اور فرمایا ”تم میں سے کوئی شخص قصداً آگ کا انکار اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے“ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے کہا ”اپنی انگوٹھی اٹھا لو اور (پہننے کی بجائے) کوئی دوسرا فائدہ اٹھا لو (مثلاً اپنی بیوی کو دے دو یا بیچ دو)“ اس آدمی نے جواب دیا ”اللہ کی قسم! جس انگوٹھی کو رسول اللہ ﷺ نے پھینکا ہے میں اسے کبھی نہیں اٹھاؤں گا۔“

(صحیح مسلم: ۲۰۹۰)

جس چیز سے اللہ کے نبی ﷺ بیزار ہیں اس سے میں بھی بیزار ہوں

سیدنا ابو بردہ بن ابوموسیٰ (اشعری) کہتے ہیں کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو شدید درد ہوا جس سے وہ بے ہوش ہو گئے، ان کا سر ان کے گھر والوں میں سے ایک خاتون کی گود میں تھا، اس خاتون نے چلانا شروع کر دیا۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ (غشی کی وجہ سے) اسے روک نہ سکے۔ جب ہوش آیا تو فرمانے لگے ”جس بات سے اللہ کے رسول ﷺ بیزار ہیں میں بھی اس سے بیزار ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے چلانے والی، بال نوچنے والی اور کپڑے پھاڑنے والی (عورت سے) اظہارِ بیزاری فرمایا ہے۔“

(صحیح البخاری: ۱۲۹۶، صحیح مسلم: ۱۰۴)

کیا تمہیں اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کافی نہیں؟

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنْ حُسِبَ أَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا فَيُهْدَى أَوْ يَصُومُ إِنْ لَمْ يَجِدْهُدِيًا

”کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ کی سنت کافی نہیں کہ اگر تم میں سے کوئی حج سے

روک لیا جائے تو وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کرے پھر ہر چیز سے

حلال ہو جائے پھر آئندہ سال حج کرے اور قربانی دے، اگر قربانی نہ پائے



تو روزے رکھے“ (تین ایام حج میں اور سات گھر آکر)

(صحیح البخاری: ۱۸۱۰)

کیا تیرے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی نمونہ نہیں ہے؟

سعید بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر پر تھا مجھے جب صبح کے طلوع ہونے کا اندیشہ ہوا تو سواری سے اتر اور وتر پڑھا جب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملا تو اس نے فرمایا ”کہاں چلے گئے تھے؟“ میں نے کہا ”صبح کا وقت ہو رہا تھا اور میرا وتر ابھی رہتا تھا، میں نے سواری سے اتر کر وتر ادا کیا ہے“ آپ نے فرمایا:

أَلَيْسَ لَكَ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ  
يُوتِرُ عَلَى رَاحِلَتِهِ

کیا آپ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی نمونہ نہیں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ اپنی سواری پر (بھی) وتر پڑھ لیتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۴۹۱۱، صحیح مسلم: ۳۶۶۷)

میں آپ کی حدیث پر عمل پیرا ہوں گا یہاں تک کہ آپ ﷺ

سے جا ملوں

ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی آپ نے اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ سورۃ پڑھی تو سجدہ (تلاوت) کیا، میں نے کہا یہ کیا ہے؟ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں نے اس سورۃ میں ابوالقاسم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے ان کے ساتھ سجدہ کیا ہے پس میں تو ہمیشہ اس سورۃ میں سجدہ (تلاوت) کرتا رہوں گا یہاں تک کہ (کل قیامت کو) ان سے جا ملوں۔“

(صحیح البخاری: ۷۶۶- صحیح مسلم: ۱۲۴۲)



رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے کے بعد تنگی اور آسانی میں نے یہ

### عمل نہیں چھوڑا

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَا تَرَكْنَا اسْتِلامَ هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ الَّيْمَانِيِّ وَالْحَجْرِ فِي شِدَّةٍ  
وَلَا رُخَاءٍ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُمَا

”جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو دونوں رکنوں (یمانی اور حجر اسود) کا  
استلام کرتے دیکھا ہے، ہم نے بھی اس دن سے ان دونوں رکنوں کا استلام  
نہیں چھوڑا، نہ تنگی میں اور نہ آسانی میں۔“

صحیح البخاری و صحیح مسلم کی ایک دوسری حدیث کے الفاظ ہیں کہ نافع بیان کرتے  
ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ حجر اسود کا استلام اپنے ہاتھ سے کرتے  
پھر اپنے ہاتھ کو بوسا دیتے اور فرماتے مَا تَرَكْتُهُ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ  
يَفْعَلُهُ ”جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ عمل کرتے دیکھا ہے تب سے میں نے  
اسے ترک نہیں کیا۔“

(صحیح البخاری: ۱۶۰۶، صحیح مسلم: ۱۲۶۸)

### انہوں نے یہ دعا نہ چھوڑی

قنادہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کون سی دعا بکثرت  
پڑھا کرتے تھے انہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ کثرت سے یہ دعا پڑھتے تھے۔  
اللَّهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ  
قنادہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ جب بھی دعا کا ارادہ فرماتے تو یہی دعا  
پڑھتے اور اگر کسی اور دعا کا ارادہ ہوتا تو پھر بھی یہ دعا اس کے ساتھ ملا لیتے۔

(صحیح مسلم: ۴۸۵۵)



## میں آپ کی سنت میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑ سکتا

سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:  
 لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ  
 فَإِنِّي أَخْشَى أَنْ تَرَكَتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيغَ  
 ”میں کسی بھی ایسی چیز پر عمل نہیں چھوڑ سکتا جس پر آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عمل کرتے تھے  
 کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں آپ کے قول و فعل میں سے کچھ بھی چھوڑوں  
 گا تو گمراہ ہو جاؤ گا۔“  
 (صحیح البخاری : ۳۰۹۳)

## اگر تم اپنے نبی کی سنت چھوڑو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک شخص گھر میں ہی نماز پڑھ لیتا  
 اور مسجد میں آنا ضروری نہ سمجھتا تھا تو آپ سخت غصے ہوئے اور لوگوں سے فرمایا:  
 مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَلْقَى اللَّهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيَحَافِظْ عَلَيَّ هَهُؤَلَاءِ  
 الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادِي بِهِنَّ فَإِنَّ اللَّهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ سُنَنَ  
 الْهُدَى وَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى وَلَوْ أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ  
 كَمَا يُصَلِّي هَذَا الْمُتَخَلِّفُ فِي بَيْتِهِ لَتَرَكَتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ  
 وَلَوْ تَرَكَتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ

”جو چاہتا ہے کہ وہ مسلمان کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے تو  
 اسے چاہئے کہ وہ نمازوں کی پابندی کے لئے وہاں جائیں جہاں ان کیلئے  
 آذان دی جائے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کیلئے ہدایت کے راستوں  
 کو دین بنایا ہے اور یہ بھی ہدایت کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے، اگر  
 اس آدمی کی طرح تم نے بھی گھروں میں نماز پڑھنا شروع کر دی جس طرح یہ  
 پیچھے رہنے والا کرتا ہے، تو تم اپنے نبی کی سنت چھوڑ بیٹھو گے اور اگر تم نے



اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے“ (صحیح مسلم : ۶۵۴)

یہ عمل تو سب سے بہتر ذات (رسول اللہ ﷺ) نے کیا ہے

اگر کسی نے حدیث کے مطابق عمل کیا اور اس پر اعتراض کیا گیا تو فوراً کہا کہ یہ عمل تو اس ذات نے بھی کیا جو تم سے بہتر تھیں یعنی رسول اللہ ﷺ نے یہ عمل کیا ہے اس لیے میں کر رہا ہوں میں نے تو حدیث کے مطابق عمل کرنا ہے دیکھیں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ مسجد میں اسلامی شعر پڑھ رہے تھے تو عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا، ناراضگی کے انداز سے گھور کر دیکھا تو حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”میں اس مسجد میں شعر اس ذات کی موجودگی میں بھی پڑھتا تھا جو تجھ سے بہتر تھی۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ)۔“

(صحیح البخاری : ۳۲۱۴ ، صحیح مسلم : ۲۴۸۵)

عمر فاروق رضی اللہ عنہ وقت کے خلیفہ اور امام ہیں تو حسان رضی اللہ عنہ ان کی رائے کے خلاف حدیث رسول ﷺ پیش کر رہے ہیں لہذا آج بھی مسلمانوں کا حق بنتا ہے کہ کسی امام یا بزرگ کی رائے آجائے تو حدیث سے صرف نظر کرنے کی بجائے یہ کہا جائے ”جب ایک عمل اس امام سے بہتر شخص (محمد رسول اللہ ﷺ) سے مل رہا ہے تو مجھے اسی کے عمل کو دامن گیر ہونا چاہیے۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا۔

دیکھیں عبداللہ بن حارث بن نوفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک بار) جمعہ کے دن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مؤذن کو اذان کہنے کا حکم دیا، اس دن بارش ہو رہی تھی، مؤذن نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر اشهد ان لا الہ الا اللہ، اشهد ان لا الہ الا اللہ، اشهد ان محمدا رسول اللہ، اشهد ان محمدا رسول اللہ پھر (ابن عباس نے مؤذن سے) کہا لوگوں میں اعلان کر دو کہ گھروں میں نماز پڑھ لیں (مؤذن نے صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ کہہ کر باقی اذان مکمل کر دی) لوگوں نے کہا آپ نے یہ کیا عجیب کام) کر دیا؟ انہوں نے فرمایا:

قَدْ فَعَلَ هَذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي



”یہ کام تو انہوں نے بھی کیا تھا جو مجھ سے بہتر اور افضل تھے (یعنی رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح اذان کہلوائی تھی) کیا آپ مجھ سے یہ چاہتے ہیں کہ میں لوگوں کو گھروں سے نکالوں اور وہ گھنٹوں تک کچھڑ میں دھنتے ہوئے میرے پاس (نماز باجماعت کی ادائیگی کے لیے) آئیں؟“

(صحیح البخاری: ۶۱۶، صحیح مسلم: ۶۹۹)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَجَدَ أَبُو بَكْرٍ وَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ وَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُمَا

سورہ اسماء انشقت میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے سجدہ کیا اور اس نے جو ان دونوں سے افضل تھے۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ نے)“ (سنن النسائی: ۹۴۴، و سندہ صحیح)

سبق

دیکھا! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیسے دامنِ حدیث تھا ما؟ ان کی پسند اور ناپسند، جائز اور ناجائز کا تمام تر انحصار نبی کریم ﷺ کے عمل مبارک پر تھا، جو آپ ﷺ نے لیا، (چاہا پسند کیا اور اپنایا) اسے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے ایمان و عمل کا زیور بنایا اور جیسے آپ ﷺ نے چھوڑا (ناپسند کیا، ناجائز اور حرام کیا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے دوری اختیار کی، اسے نہ چاہا، اسے ناپسند ناجائز اور غیر مشروع جانا، ہمیں بھی چاہیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عملی سیرت کو نمونہ بنائیں اور دین اور غیر دین میں امتیاز کا پیمانہ احادیثِ نبوی ﷺ کو بنائیں اسی میں ہماری ہدایت اور دنیا و آخرت کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔





## اختلافی مسائل میں دامنِ حدیث مضبوطی سے تھاما جائے

جب اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان مستحکم ہو، اور دل محبتِ رسول ﷺ سے عملاً سرشار ہوں، حدیثِ رسول ﷺ کی اہمیت دلوں میں اجاگر ہو، تو ہر مومن اختلافی مسائل میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرے گا اور ایسا کرنے سے اس کے اعمال کتاب و سنت کے مطابق ہوں گے اور جب اعمال کتاب و سنت کے مطابق ہوئے تو وہ عند اللہ مقبول بھی ہو جائیں گے۔

اگر مسائل میں اختلاف آئے، دعویٰ محبتِ رسول ﷺ بلکہ عشقِ رسول ﷺ کا ہو، مگر مسئلہ کے لئے دلیل اپنے مولوی یا امام، پیر فقیر کو بنایا جائے، تو سمجھ لو نہ ایمان مکمل ہے نہ ہی عمل سنت کے مطابق ہے، بلکہ یہی چیز فرقہ واریت اور اختلافات کا سبب ہے جو کہ صراطِ مستقیم سے دور لے جاتی ہے اور گمراہی کی دلدل میں پھنسا کر رکھ دیتی ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ اختلافی مسائل کے حل کرنے میں قرآن و سنت ہمیں کیا تعلیم دیتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (سورة نساء: ۵۹)

”اے ایمان والو! فرما نبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرما نبرداری کرو رسول ﷺ کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف



کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ کی طرف اور رسول ﷺ کی طرف اگر تمہارا اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔“

معلوم ہوا کہ اولوالامر کی فرمانبرداری علی الاطلاق نہیں، بلکہ مشروط ہے، اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ اسی لئے ”اطیعوا اللہ“ کے بعد ”اطیعوا الرسول“ تو کہا کیونکہ یہ دونوں اطاعتیں مستقل اور واجب ہیں، لیکن ”اطیعوا اولی الامر“ نہیں کہا، کیونکہ امراء و حکام کی اطاعت مستقل نہیں ہے، بلکہ اس وقت تک انکی اطاعت کی جائے گی جب تک کہ عوام کو صرف اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی بات بتلائیں، لیکن اگر وہ اس سے انحراف کریں تو عوام کو ان کی اطاعت ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ ایسی صورت میں جانتے بوجھتے ان کی اطاعت کرنا معصیت اور ہلاکت کا باعث ہے۔

اس آیت کریمہ میں تقلید شخصی اور تقلید معین کا رد کیا گیا ہے، اس تقلید نے اتحاد امت کا شیرازہ بکھیر دیا ہے  
نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾

(سورۃ نساء : ۶۵)

”سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔“

جو لوگ اپنے مسائل کے حل کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو حاکم بنانے کی بجائے، کسی تیسری شخصیت کو حاکم بناتے ہیں جبکہ دعویٰ ایمان کا ہے، ایسے لوگوں کو قرآن نے منافق قرار دیا اور ان کے حاکموں کو طاغوت قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا نُزِّلَ إِلَيْكَ وَمَا نُزِّلَ مِنْ



قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا  
بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ○ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا  
إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنْفِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ  
صُدُودًا ○ (سورۃ نساء: ۶۰، ۶۱)

”کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو  
کچھ آپ سے پہلے اتارا گیا ہے، اس پر ان کا ایمان ہے، لیکن وہ اپنے فیصلے  
(غیر اللہ طاغوت) کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے  
کہ وہ طاغوت کا انکار کریں، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور ڈال  
دے۔ اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کے نازل کردہ کلام کی طرف اور  
رسول ﷺ کی طرف آؤ تو آپ دیکھ لیں گے کہ یہ منافق آپ سے منہ پھیر  
کر رہے جاتے ہیں۔“

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی مسئلے میں اختلاف ہو تو میری اور میرے خلفاء  
کی سنت کو مضبوطی سے تھام جائے، چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسِيرِي اخْتِلَافًا كَثِيرًا وَعَلَيْكُمْ  
بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهْدِيِّينَ تَمَسَّكُوا بِهَا  
وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ مُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ  
مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

”تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا، تب  
میری اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کا التزام کرنا اور اس پر مضبوطی  
سے جمے رہنا اور نئی نئی چیزوں (بدعات) سے بچنا کیوں کہ ہر نئی چیز بدعت  
ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“ (سنن ابی داؤد: ۴۶۰۷ و سنن الترمذی:

۲۶۷۶ سنن ابن ماجہ: ۴۲۔ مسند الامام احمد: ۱۲۶/۴ و ۱۲۷ و سندہ

(صحیح)



کسی مومن کو اختیار نہیں کہ وہ قرآن و حدیث کے فیصلے کو رد کر دے

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ط وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا مُّبِينًا ۝﴾ (سورۃ احزاب: ۳۶)

”کسی مومن مرد اور عورت کا اپنے معاملہ میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ فرمادیں اور جو کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کریگا تو وہ صریح گمراہی میں ہے۔“

آج کتنے ہی نام نہاد مسلمان ہیں کہ کسی اختلافی معاملے میں حدیث رسول مل جانے کے باوجود اپنی مرضی کے ساتھ اپنے مزعوم امام کے اقوال کو حق سمجھتے ہوئے اس پر اڑ جاتے ہیں۔ اور اپنے ایمان و عمل کا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔

ایمان و اسلام کی سلامتی اسی میں ہے کہ اختلاف میں حدیث کی طرف

رجوع کیا جائے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ط ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝﴾

(سورۃ نساء: ۵۹)

”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے امر والوں (حکمرانوں) کی بھی، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اسکو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہی سب سے بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے“



مذکورہ آیات میں ایمان کی شرط اطاعتِ رسول کو قرار دیا گیا ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بغیر ایمان کا تصور ہی ممکن نہیں ہے، لہذا سنت اور حدیث پر عمل کئے بغیر ایمان سے محرومی ہی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ اپنی ذات کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ کو اختلافی مسائل میں ثالث مان کر دل نہ جماؤ گے تو مومن نہ رہو گے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

(سورۃ نساء: ۶۵)

”تیرے رب کی قسم ہے! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں تمام اختلافات میں آپکو حاکم نہ مان لیں، پھر جو آپ فیصلہ کر دیں تو وہ اپنے دلوں میں (اس فیصلے کے بارے میں) کوئی تنگی نہ پائیں اور فرمانبرداری سے قبول کر لیں۔“

مذکورہ آیات میں بتلایا گیا ہے کہ ایمان کی کوئی رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو ماننا اور دل و جان سے تسلیم کرنا ہے، تو ایمان سلامت نہیں۔

لہذا ضروری ہے کہ آج اختلافی مسائل میں حدیثِ رسول ﷺ کی دلیل مانگی جائے، حدیثِ رسول ﷺ سامنے آجانے کے بعد تسلیم خم کرنا چاہئے، دل میں تنگی نہ آنے پائے۔

اختلافی مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیث کا دامن نہ چھوڑا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واقعی تمام اختلافی مسائل میں کتاب و سنت کی طرف رجوع فرماتے تھے، جہاں کہیں اپنے اجتہاد سے کام لیا بھی تو حدیث ملتے ہی اپنے موقف کو ترک کر کے کتاب و سنت کو گلے لگا لیا کیونکہ انکے دل حقیقت میں سنتِ رسول ﷺ کی محبت سے سرشار تھے اور وہ حدیث کی اہمیت سے واقف تھے۔



چنانچہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور لایا جاتا ہے، جس نے تیسری بار چوری کی ہے، دو حدیں لگ چکی ہیں، دائیاں ہاتھ اور بائیاں پاؤں پہلے کاٹا جا چکا ہے، اب سنت کے مطابق اس کا دوسرا ہاتھ کاٹنا چاہیے تھا، مگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ اگر اس کا دوسرا ہاتھ کاٹ دیا جائے، تو بالکل محتاج ہو جائے گا، لہذا دوسرا پاؤں کاٹ دیتے ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَقَطَّعَنَّ يَدَهُ الْآخِرَى

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس کا دوسرا ہاتھ کاٹا جائے گا“، تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا پس ہاتھ کاٹ دیا گیا۔“ (السنن الكبرى للبيهقي: ۸ / ۲۷۴ و سندہ حسن)

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں عمر میں بڑا ہوں، مجھے سبقتِ اسلام کا شرف حاصل ہے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جماعتیں کروائی ہیں، پہلا خلیفہ ہوں، لہذا میری بات غلط نہیں ہو سکتی، جیسا کہ آج ہمارے بعض بھائی کہہ دیتے ہیں ”کیا ہمارے علماء کم علم رکھتے تھے؟ وہ حدیث نہیں جانتے تھے؟ آخر وہ بھی تو سب کچھ جانتے تھے، انہوں نے یہ مسئلہ جیسے بتایا وہ کیونکر غلط ہو سکتا ہے وغیرہ“۔؟ نہیں بھائیو! بلکہ بڑے سے بڑے عالم کے پاس بسا اوقات حدیث نہیں پہنچ پاتی، لہذا جب وہ بات کرنے تو اس سے دلیل مانگنی چاہئے کہ جناب کتاب و سنت سے دلیل پیش کرو، کتنے ہی مسائل ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں گزری، مگر بعض اوقات کوئی حدیث ان میں سے بعض تک نہیں پہنچتی تھی، اس لئے وہ ہر مسئلہ میں دلیل طلب کرتے تھے۔

جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے، انہوں نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا، جب وہ ان کے دروازے پر آئے، تین دفعہ سلام کہا، جواب نہ ملا، واپس چل دیئے۔ پیچھے سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نکلے اور پوچھا کہ واپس کیوں جا رہے ہو؟



انہوں نے بتایا کہ میں نے تین دفعہ سلام کہا، آپ نے جواب نہیں دیا، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی تین مرتبہ اجازت مانگے، نہ ملے تو واپس چلا جائے، تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اس پر دلیل پیش کرو ورنہ میں تجھے کوڑے لگاؤں گا، تو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کیا مسئلہ ہے؟ تو آپ نے بات بتائی، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اس بات سے ہمارا بچہ بچہ واقف ہے، لہذا ابو سعید رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں قوم میں سب سے چھوٹا تھا، تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ۔ (اور گواہی دو)۔“

(صحیح البخاری: ۶۲۴۵، صحیح مسلم: ۲۱۵۳)

معلوم ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسا صحابی بھی بسا اوقات حدیث سے بے خبر ہو سکتا ہے، جبکہ قوم کا ہر فرد اس کو جانتا ہو، تو کیوں نہیں ہمارے آئمہ دین سے بھی حدیث کے بارے میں ناواقفیت ہو سکتی ہے؟ لہذا اختلافی مسائل میں یہ نہ کہا جائے کہ کیا ہمارے امام نہیں جانتے تھے؟ کیا وہ بے علم تھے وغیرہ؟ بلکہ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہر بات کی دلیل طلب کی، ہمیں بھی دلیل کا مطالبہ کرنا چاہئے۔ اور اگر حدیث بطور دلیل مل جائے تو اس کے مقابلے میں کسی امام یا بزرگ کی بات کو ترجیح نہ دی جائے۔

قبیصہ بن ذویب سے روایت ہے کہ میت کی دادی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس میراث مانگنے کو آئی، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب میں تیرا کچھ حصہ نہیں ہے، نہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں کوئی حدیث سنی ہے، جاؤ میں لوگوں سے پوچھ کر بتاؤں گا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا، تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”میں اس وقت موجود تھا جب میرے سامنے رسول اللہ ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ دلایا۔“ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کیا کوئی دوسرا آپ کے ساتھ تھا؟“ تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور جیسا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا ویسا ہی بیان کیا، تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چھٹا حصہ اسے دلادیا۔“



(سنن ابی داؤد: ۲۸۹۴، سندہ صحیح)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کو بھی بعض دفعہ کسی حدیث کا علم نہ ہوا۔ دوسرا مسئلہ یہ کہ وہ کتاب و سنت سے دلیل طلب کرتے تھے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مجوسیوں سے جزیہ نہیں لیتے تھے لیکن جب عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے گوہی دی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا (تو پھر عمر رضی اللہ عنہ نے جزیہ لینا شروع کر دیا) (صحیح البخاری: ۳۱۵۶)

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ دیت صرف والد کے رشتہ داروں کے لئے ہے اس لئے بیوی کو شوہر کی دیت سے کچھ حصہ نہیں ملے گا، یہاں تک کہ ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے (عمر رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو میری طرف پیغام لکھ کر بھیجا تھا کہ میں اسکی بیوی کو اسکے شوہر کی دیت کا حصہ دلاؤں چنانچہ (فَرَجَعَ عُمَرُ) عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا۔

(سنن ابی داؤد: ۲۹۲۷، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۳۶۳، ۶۳۶۴، سنن الترمذی:

۲۱۱۰، سنن ابن ماجہ: ۲۶۴۲، مسند الامام احمد: ۳/۴۵۲، و سندہ صحیح اس حدیث کو

ابن الجارود ۹۶۶ نے بھی ”صحیح“ کہا ہے۔)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس چند مرتد لائے گئے تو آپ نے ان کو جلانے کا حکم دیا، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث پیش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کسی کو آگ کا عذاب نہ دو“ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا: ”ابن عباس سچ کہتے ہیں“

(سنن الترمذی: ۱۴۵۸ و قال ”حسن صحیح“ و سندہ صحیح)

لمحہ فکریہ: صحیح حدیث کے مقابلے میں جب ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتے، جو شخص حدیث کے مقابلے میں کسی اور شخص کے قول یا کسی اور کی رائے اور اجتہاد کی کوئی حیثیت سمجھتا ہے، اس کا انجام آپ خود سوچ لیں۔



## سبق

معلوم ہوا کہ فرقہ واریت کا خاتمہ اور تمام اختلافات کا حل اسی میں ہے کہ ہر چھوٹے بڑے کی رائے قول اور فتویٰ کو چھوڑ کر حدیث رسول مقبول ﷺ سے دامن گیر ہو جائے کیونکہ ہماری کامیابی نجات اور ہدایت اسی چیز میں ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی، کتاب و سنت سے دوری اسلام سے دوری ہے اللہ کے ہاں پسندیدہ دین اسلام ہے اور دین اسلام کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز کو چاہنا اپنا اللہ کے ہاں ہرگز مقبول نہیں۔





## فتنے میں بھی کتاب و سنت کا دامن نہ چھوڑا جائے

عبید اللہ بن زیاد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے یزید کے زمانے میں بصرے کے عامل تھے سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کرنے کے لیے ان کے پاس آئے (یہ اس بیماری کا واقعہ ہے جس میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فوت ہوئے) تو اس موقع پر معقل رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ حدیث سنائی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا۔

مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرِعِيهِ اللَّهُ رَعِيَّةً يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ  
لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ

”کوئی بھی بندہ جسے اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا حاکم بنا دے اسے جس دن موت آئے وہ اس حال میں مرے کہ اپنی رعیت کو دھوکا دینے والا ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیتا ہے۔“

(صحیح البخاری : ۷۱۵۰، صحیح مسلم : ۱۱۲۲)

ابو شریح العدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے عمرو بن سعید کو اس وقت کہا جب وہ لشکروں کو مکہ (پر چڑھائی) کے لئے بھیج رہا تھا، اے امیر! مجھے اجازت دے کہ میں تجھے ایک بات بتاؤں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن صبح فرمائی ہے، میرے کانوں نے سنا، میرے دل نے یاد کیا، میری آنکھوں نے دیکھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بات ارشاد فرمائی، اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور اسکی تعریف کی اور پھر فرمایا: ”مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، لوگوں نے نہیں کیا، جو آدمی اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس



کے لئے جائز نہیں کہ وہ اسمیں خون ریزی کرے اور درخت کاٹے۔..... الخ

(صحیح البخاری ۴۲۹۵، مسلم: ۱۳۵۴)

عیاض بن عبداللہ بن ابی سرح بیان کرتے ہیں کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز آئے اور مروان بن حکم خطبہ پڑھا رہے تھے، انہوں نے دو رکعتیں پڑھنا شروع کر دیں، چوکیدار آیا تا کہ آپ کو بیٹھا دے مگر وہ نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعتیں پڑھ لیں، جب آپ نے جمعہ پڑھ لیا تو ہم آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے، قریب تھا کہ یہ لوگ آپ پر ٹوٹ پڑتے (اور آپ سے جھگڑتے) آپ نے فرمایا، میں تو ان دونوں رکعتوں کو نہیں چھوڑ سکتا تھا، اس کے بعد کہ جب میں نے یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھا ہے پھر روایت کیا کہ ایک آدمی جمعہ کے دن خستہ حالت میں آیا، اس حال میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود انہیں دو رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا اور وہ دو رکعتیں پڑھ رہا تھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔“

(سنن الترمذی: ۵۱۱، مسند الحمیدی: ۲/۳۲۹-۳۲۷، السنن الکبریٰ للبیہقی

: ۳/۱۹۴، الاوسط لابن المنذر: ۴/۹۴، ح: ۱۸۴۳، سنن الدارمی: ۱۵۹۳، و سندہ

صحیح، اس روایت کو امام ابن خزیمہ (۱۸۳) اور امام ابن حبان (۲۵۰۵) رحمہما اللہ نے ”صحیح“ اور امام

ترمذی نے ”حسن صحیح“ کہا ہے۔)

## کتاب وسنت پر بیعت

وہ قرون اولیٰ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہی کے رنگ میں رنگے ہوئے، اقتدار پر بھی خود کو کتاب وسنت کے ڈھانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتے تھے، چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت سے پہلے خطبہ ارشاد دیا جس میں فرمایا:

أَطِيعُونِي مَا أَمَرْتُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ فَإِذَا عَصَيْتُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَلَا طَاعَةَ لِي عَلَيْكُمْ

”جب تک میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں تو میری بات مانو



اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو پھر تم پر میری اطاعت ضروری نہیں“ (السیرة لابن ہشام: ۲/۸۲ و سندہ حسن)

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو عبدالرحمن بن ام حکم بیٹھ کر خطبہ دے رہے تھے یہ دیکھ کر انہوں نے فرمایا ”اس خبیث کی طرف دیکھو، بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفِظُوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا (سورئہ جمعہ) ”جب لوگوں نے تجارت یا کھیل کو دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے اور تجھے کھڑا ہوا چھوڑ گئے۔“

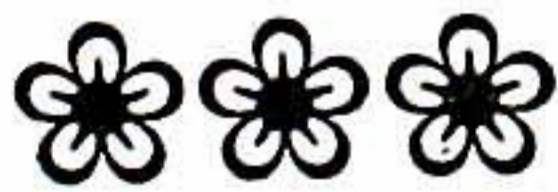
(صحیح مسلم: ۸۶۳)

عمارہ بن روبیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مروان (حاکم وقت) کے بیٹے بشیر کو منبر پر (دوران خطبہ) دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے دیکھا تو فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ان دونوں ہاتھوں کو خراب کرے، میں نے نبی ﷺ کو اس سے زیادہ کرتے نہیں دیکھا اور پھر اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کیا۔“

(صحیح مسلم: ۲۰۵۳)

سبق:

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہر دور میں حدیث کا دامن مضبوطی سے تھاما یہاں تک کہ اقتدار کے فتنوں میں وقت کے حاکموں کے سامنے بھی دامن حدیث نہ چھوڑا، بلکہ ان تک بھی حق پہنچایا، آج ہمارا بھی فرض ہے کہ حالات و واقعات خواہ کیسے ہی ہوں حدیث رسول ﷺ کو ہمہ وقت سینے سے لگائے رکھیں۔





## آداب رسالت مآب ﷺ

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے منبر کے پاس (بیٹھا) تھا کہ ایک آدمی نے کہا ”اگر میں اسلام لانے کے بعد حجاج کو پانی پلاؤں تو مجھے یہی عمل کافی ہے“، دوسرے نے کہا ”اگر میں اسلام لاؤں اور مسجد حرام کو آباد کروں تو مجھے یہی عمل کافی ہے“، ایک اور آدمی نے کہا ”جہاد فی سبیل اللہ“ اس سے بھی افضل ہے جو تم کہہ رہے ہو تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹا اور فرمایا:

﴿لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ عِنْدَ مَنْبَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ﴾

”رسول اللہ ﷺ کے منبر کے پاس اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔“

(مسند لامام احمد : ۴ / ۲۶۹، صحیح مسلم : ۱۸۷۹)

دیکھیں کیسا ادب ہے کہ آپ ﷺ کے منبر اور مصلیٰ کا بھی ادب واحترم آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کیا کرتے تھے، حتیٰ کہ آپ کے ہر انداز اور آپ سے متعلق ہر چیز کا ادب فرماتے مگر آج مشرک اور بدعتی قال قال رسول اللہ کہنے والوں اور آپ ﷺ کی ایک ایک سنت اور ایک ایک حدیث پر عمل پیرا ہونے والوں کو گستاخ رسول کہتے ہیں، خود کتنے گستاخ ہیں کہ کبھی اماموں، کبھی بزرگوں اور کبھی مشرک اکابرین کے طریقے کو لیتے ہیں مگر حدیث کو نہیں اور پھر حدیث والوں کو اماموں کا منکر کہتے ہیں۔ اس سے بہت ہی زیادہ لائق ہے کہ آپ ﷺ کی حدیث اور سنت کا احترام کیا جائے اور ہر ادنیٰ واعلیٰ کی بات جو سنت رسول ﷺ کے خلاف ہو، بے دریغ ترک کر دی جائے، احترام سب کا مگر اطاعت رسول اللہ ﷺ کی کی جائے، کیا کسی شخصیت پرست قوم اور بزرگوں



کی اندھی تقلید اور اس پر جمود اختیار کرنے والی قوم سے یہ توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرنے میں صادق ہے؟ ہرگز نہیں کیوں کہ انہوں نے تو اپنے فقہی قوانین میں دو ٹوک لکھ دیا ہے کہ جو آیت یا حدیث ہمارے امام کے قول کے خلاف آجائے ہم اسے منسوخ تو کہہ سکتے ہیں، مان نہیں سکتے، وہ تو اپنے امام کے دفاع کیلئے احادیثِ رسول ﷺ کو قرآن کے مخالف ثابت کر کے احادیث کو رد کرتے ہیں، وہ تو علانیہ حنفی، بریلوی، دیوبندی، حنبلی، مالکی، شافعی، چشتی، قادری، سہروردی کہلاتے ہیں، لیکن محمدی کہلوانے کی توفیق نہیں۔

### آپ ﷺ کی رسالت کا ادب

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب نبی اکرم ﷺ کو بیت اللہ شریف جانے سے روک دیا گیا اور اہل مکہ سے صلح (حدیبیہ) طے پاگئی، اس وقت آپ ﷺ نے صلح کی شرائط لکھواتے ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”ہمارے درمیان جو شرط طے پائی ہے وہ لکھو،“ بسم اللہ الرحمن الرحیم..... یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے، اس پر مشرکین مکہ نے کہا ”اگر ہم آپ کو رسول مانتے تو آپ کی بیعت کر لیتے، لہذا اس کی جگہ ”محمد بن عبد اللہ“ لکھو۔“ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ”رسول اللہ“ کا لفظ مٹا دو۔ تو سیدنا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ میرے لیے مناسب نہیں کہ میں اسے مٹا دوں، آخر آپ ﷺ نے فرمایا لاؤ میں خود مٹاتا ہوں۔“ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جگہ دکھائی تو آپ ﷺ نے خود اسے مٹا دیا۔“

(صحیح البخاری : ۳۱۸۴، صحیح مسلم : ۱۷۸۳ / ۹۲)

### آپ ﷺ کے لعاب مبارک کا ادب

سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عروہ (بن مسعود ثقفی مذاکرات کے بعد) اپنے لوگوں (یعنی قریش مکہ) کے پاس واپس گیا اور ان سے کہا ”لوگو، اللہ کی قسم!



میں بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں اور قیصر و کسری نیز نجاشی کے دربار بھی دیکھ کر آیا ہوں مگر میں نے کسی بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی اتنی عزت کرتے ہوں جتنی محمد ﷺ کے اصحاب محمد ﷺ کی عزت کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا تھوک کسی نہ کسی کے ہاتھ میں پڑتا ہے اور وہ اس کو اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا ہے اور جب وہ کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو فوراً ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور وضو کرتے ہیں تو لوگ ان کے وضو سے بچے ہوئے پانی کے لئے لڑتے مرتے ہیں اور جب گفتگو کرتے ہیں تو ان کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں اور تعظیم کی وجہ سے ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے۔“

(صحیح البخاری: ۲۷۳۱)

### آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کا ادب

سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ مذکورہ طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے موقع پر نمائندہ قریش) عروہ بن مسعود ثقفی، نبی اکرم ﷺ سے باتیں کرنے لگا، وہ جب بھی گفتگو کرنے لگتا آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگاتا۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اپنے سر پر خود پہنے نبی اکرم ﷺ کے پاس کھڑے تھے اور ان کے ہاتھ میں تلوار تھی، جب عروہ اپنا ہاتھ نبی اکرم ﷺ کی داڑھی مبارک کی طرف بڑھاتا تو سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اپنی تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ پر دے مارتے اور فرماتے ”اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک سے دور رکھ“

(صحیح البخاری: ۲۷۳۱)

### آپ ﷺ کی آواز مبارک کا ادب

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی ”اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! اپنی آواز نبی اکرم ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کرو“ (سورہ الحجرات،



(۲) تو سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اپنے گھر بیٹھ گئے (ثابت رضی اللہ عنہ کی آواز قدرتی طور پر اونچی تھی) اور کہنے لگے ”میں تو آگ والوں میں سے ہوں“ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا جلنا ترک کر دیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا ”اے ابو عمرو رضی اللہ عنہ (حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی کنیت) ثابت رضی اللہ عنہ نے کیا ہے، کیا وہ بیمار ہے؟“ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ”وہ میرا ہمسایہ ہے اور میرے علم کی حد تک تو بیمار نہیں۔“ چنانچہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ، ثابت رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کا تذکرہ کیا۔ سیدنا ثابت رضی اللہ عنہ کہنے لگے ”فلاں آیت نازل ہوئی ہے اور تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں میری آواز تم سب لوگوں سے زیادہ اونچی ہے، میں جہنمی ہو گیا۔“ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے (واپس آکر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”نہیں وہ تو جنتی ہے۔“ (صحیح مسلم: ۱۱۹)

سیدنا ابو ملیکہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں قریب تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز میں بات کرنے کی وجہ سے (ہم میں سے) دو سب سے بہتر آدمی ہلاک ہو جاتے۔ ہوایہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ بنو تمیم کے کچھ لوگ آئے تو سیدنا ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما میں سے ایک نے اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو امیر بنانے کا (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) مشورہ دیا۔ دوسرے صاحب نے ایک اور آدمی کو امیر بنانے کا مشورہ دیا۔ سیدنا نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے اس آدمی کا نام یاد نہیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ”تم نے صرف میری مخالفت کیلئے یہ مشورہ دیا۔“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ”میرا ارادہ تیری مخالفت کا نہ تھا“ اس گفتگو میں دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔“ (سورہ الحجرات، ۲)

سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس قدر پست آواز سے بات کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار پوچھنا



(صحیح البخاری ۴۸۴۷)

پڑھتا۔ (تم نے کیا کہا؟)

## آپ ﷺ کی وحی کا ادب

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ اپنا سر مبارک جھکا لیتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اپنے سر جھکا لیتے، جب وحی ختم ہو جاتی تو رسول اللہ ﷺ اپنا سر مبارک اٹھا لیتے (اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اپنے سر اٹھا لیتے)

(صحیح مسلم: ۲۳۳۵)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ”چلو ام ایمن رضی اللہ عنہا سے مل کر آئیں، رسول اللہ ﷺ بھی انہیں ملنے جایا کرتے تھے۔“ جب دونوں وہاں پہنچے تو ام ایمن رونے لگیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ”آپ کیوں روتی ہیں، اللہ کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے (دنیا کی نعمتوں سے کہیں زیادہ) بہتر ہیں۔“ سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کہنے لگی ”میں اس لئے نہیں روتی کہ مجھے یہ علم نہیں کہ اللہ کے پاس اپنے رسول ﷺ کے لئے بہت کچھ ہے بلکہ میں اس لئے روتی ہوں کہ اب وحی آنے کا سلسلہ بند ہو چکا ہے۔“ سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کی اس بات سے سیدنا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو بھی رونا آ گیا اور وہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ رونے لگے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۵۴)

## آپ ﷺ کے جلال کا ادب

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی سے محبت نہ تھی نہ ہی میری نگاہ میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی کی شان تھی۔ آپ ﷺ کے جلال کی وجہ سے آپ ﷺ کو آنکھ بھر کر دیکھنے کی میرے اندر ہمت نہ تھی، اگر کوئی مجھ سے آپ ﷺ کا حلیہ مبارک پوچھے تو میں بیان نہیں کر سکتا کیونکہ میں آپ ﷺ کو



آنکھ بھر کر کبھی نہیں دیکھ سکا۔“ (صحیح مسلم : ۱۲۱)

## آپ ﷺ کے فقر و فاقہ کا ادب

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی تھی، انہوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی کھانے کی دعوت دی لیکن سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا، رسول اللہ ﷺ دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ (صحیح البخاری : ۵۴۱۴)

## آپ ﷺ کے آرام کا ادب

قَدِمْتُ أَنَا وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ  
فَوَجَدْنَاهُ قَائِلًا فَرَجَعْنَا إِلَى الْمَنْزِلِ

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ”میں اور (میرے والد) عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے ملنے کی غرض سے حاضر ہوئے، لیکن آپ دوپہر کے وقت سو رہے تھے، لہذا ہم گھر واپس آ گئے۔“ (صحیح البخاری : ۳۹۱۶)

## آپ ﷺ کی نیند کا ادب

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (ایک سفر میں) ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آدھی رات کا وقت ہو گیا تو آپ ﷺ (سواری پر) اونگھنے لگے۔ میں آپ ﷺ کے پہلو میں (پیدل) چل رہا تھا۔ آپ سواری سے جھکنے لگے تو میں نے آپ ﷺ کو جگائے بغیر سہارا دیا حتیٰ کہ آپ ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، ہم چلتے گئے حتیٰ کہ رات کا کافی حصہ گزر گیا۔ آپ ﷺ (اونگھ کی وجہ سے) پھر جھکنے لگے تو میں نے آپ ﷺ کو جگائے بغیر سہارا دیا حتیٰ کہ آپ ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ ہم چلتے گئے حتیٰ کہ فجر کا وقت ہو گیا۔ اس بار آپ ﷺ پہلی دونوں مرتبہ سے بھی زیادہ جھکے، قریب تھا کہ آپ ﷺ سواری سے گر پڑتے، میں نے آگے بڑھ کر پھر آپ ﷺ کو سہارا دیا۔ اس بار



آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور پوچھا ”کون ہے؟“ میں نے عرض کی ”ابوقنادہ ہوں“ آپ ﷺ نے پوچھا ”کب سے میرے ساتھ اس طرح چل رہے ہو؟“ میں نے عرض کی ”یا رسول اللہ ﷺ! رات بھر سے، آپ ﷺ کیساتھ اسی طرح چل رہا ہوں۔“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہاری حفاظت فرمائے جس طرح تم نے اس کے نبی کی حفاظت کی ہے۔“ (صحیح مسلم ۶۸۱)

### آپ ﷺ کے راز کا ادب

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

أَسْرَّ إِلَيَّ نَبِيُّ اللَّهِ سِرًّا فَمَا أَخْبَرْتُ بِهِ أَحَدًا بَعْدُ وَ لَقَدْ سَأَلْتَنِي عَنْهُ أُمُّ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَمَا أَخْبَرْتُهَا بِهِ

”رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے راز کی ایک بات کہی، میں نے وہ کسی کو نہ بتائی حتیٰ کہ (میری والدہ) ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مجھ سے پوچھی تو میں نے والدہ کو بھی نہیں بتائی۔“

(صحیح مسلم: ۲۲۸۲)

### آپ ﷺ کی سواری کا ادب

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور ان کے پاس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک منہ زور اونٹ تھا جو بار بار نبی اکرم ﷺ کے اونٹ سے آگے نکل جاتا۔ یہ دیکھ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو آواز دی ”عبد اللہ! نبی اکرم ﷺ سے آگے کوئی نہ بڑھے۔“ (صحیح البخاری: ۲۱۱۵)

### آپ ﷺ کی مسجد شریف کا ادب

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا، کسی آدمی نے مجھ پر کنکر پھینکا۔ میں نے ادھر دیکھا تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے، فرمانے لگے ”جاؤ، ان دونوں آدمیوں کو میرے پاس پکڑ کر لاؤ۔“ میں ان دونوں آدمیوں کو سیدنا عمر



ﷺ کے پاس لے کر آیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا ”تم لوگ کون ہو؟ یا آپ نے دریافت فرمایا تم دونوں کہاں سے آئے ہو؟“ انہوں نے بتایا ”ہم طائف سے آئے ہیں۔“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”اگر تم مدینہ منورہ سے ہوتے تو میں تمہیں مسجد نبوی میں آوازیں بلند کرنے پر سزا دیتا۔“ (صحیح البخاری : ۴۷۰)

## آپ کی حدیث کا ادب

سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کسی مسئلہ پر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تو ایسا نہیں کرتے تھے۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے (عروہ بن زبیر سے) کہا ”واللہ! مجھے لگتا ہے تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے جب تک تمہیں اللہ عذاب نہ دے ڈالے ہم تمہارے سامنے نبی اکرم ﷺ کی حدیث بیان کرتے ہیں اور تم ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی بات کرتے ہو۔“

(الفقیہ والمتفقہ للخطیب البغدادی : ۱/ ۱۴۵، و سندہ صحیح)

## سبق

ان احادیث مبارکہ سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ جس طرح آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی قال، چال اور گفتار کا ادب و احترام کرتے تھے اسی طرح ہم بھی آپ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات کا ادب و احترام کریں، آپ ﷺ کی بات کا ادب آپ کی ذات کا ادب ہے اور جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی آواز پر اپنی آوازیں بلند کرنا گوارا نہ کرتے تھے ہم بھی حدیث پاک کے مقابلے میں اپنی یا کسی بزرگ کی رائے کو پیش کریں نہ ترجیح دیں، آپ کی وحی کا ادب اور آپ کی مسجد کا ادب یہی ہے کہ یہاں سے ملنے والے علم نبوت کو ہی دین اسلام کی حیثیت سے قبول کریں، دیگر تمام نظریات و افکار کو بالائے طاق لاتے ہوئے حدیث نبوی شریف کے محافظ، عامل اور تابع بنیں، باقی تمام نسبتوں کو توڑ کر آپ ﷺ کی ذات بات اور وطن شریف کی طرف نسبت جوڑ کر اس میں سچائی پیدا کریں۔



## رسول اللہ ﷺ سے محبت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ نَّافَتْمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ٥٠﴾

(سورہ توبہ: ۲۴)

”آپ فرمادیتے ہیں کہ اگر تمہارے ماں باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو تم انتظار کرو اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لے آئے، اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

معلوم ہوا کہ تمام رشتوں سے زیادہ محبت اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ سے ہونی چاہئے، حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت رسول اکرم ﷺ سے ہو، چنانچہ ایک دن آپ ﷺ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میرے ساتھ کتنی محبت رکھتے ہو؟ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے سب سے زیادہ محبت آپ ﷺ سے ہے مگر اپنی جان سے زیادہ نہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! ابھی تک آپ



(کامل) مومن نہیں ہوئے، عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی جان سے بھی زیادہ  
محبت آپ سے کرتا ہوں، تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”الآن یا عمر! اے عمر اب آپ (کامل) مومن ہیں۔“

(صحیح البخاری: ۳۶۹۳، ۶۶۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ  
وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

”تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسکو اس کے  
والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“

(صحیح البخاری: ۱۵، صحیح مسلم: ۴۴)

## صحابہ رضی اللہ عنہم کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ہمارے پاس (مدینہ میں)  
سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ (جو نابینا تھے) آئے۔ وہ دونوں  
لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے، پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور  
سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ آئے، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لئے ہوئے  
آئے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ابوبکر اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما کو ساتھ لے کر) تشریف لائے۔  
میں نے مدینہ والوں کو کسی بات سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے تشریف لانے سے وہ خوش ہوئے، لونڈیاں تک کہنے لگیں ”اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم  
تشریف لائے۔“



(صحیح البخاری : ۳۹۲۲)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ انصار کی ایک مجلس کے پاس سے گزرے تو دیکھا وہ رو رہے ہیں انہوں نے پوچھا ”کیوں رو رہے ہو؟“ انہوں نے کہا، ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتیں یاد آرہی ہیں یہ سن کر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کی بات بتائی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر چادر باندھے ہوئے باہر نکلے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں بہت درد تھا) منبر پر چڑھے بس یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کی حیات طیبہ) کا آخری خطبہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا ”لوگو! میں تم کو انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں وہ میرے قلب و جگر ہیں ان پر جو میرا حق تھا وہ ادا کر چکے اب ان کا حق (جنت) باقی ہے۔ ان میں سے جو کوئی نیک ہو اسکی قدر کرنا اور جو کوئی برا ہو، اس کے قصوروں سے درگزر کرنا۔“

(صحیح البخاری : ۳۷۹۹)

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

لَمَّا أَقْبَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَى الْمَدِينَةِ فَعَطَشَ رَسُولُ اللَّهِ فَمَرَّ بِرَاعٍ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: فَأَخَذْتُ قَدْحًا فَحَلَبْتُ فِيهِ كَثَبَةً مِّنْ لَبَنٍ فَاتَيْتُهُ فَشَرِبَ حَتَّى رَضِيَْتُ

”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاس لگی، اچانک راستے میں ایک چرواہا ملا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”میں نے ایک پیالا لیا اور (چرواہے کی اجازت سے) اس میں تھوڑا سا (بکری کا) دودھ دوہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا دودھ نوش فرمایا کہ میرا دل خوش ہو گیا۔“



(صحیح البخاری : ۳۹۰۸، صحیح مسلم : ۲۰۰۹)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ”میں (بیماری کے دوران) سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئی تو انہوں نے مجھ سے دریافت فرمایا ”رسول اللہ ﷺ کون سے روز فوت ہوئے تھے؟“ میں نے عرض کیا ”سوموار کو۔“ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ”آج کون سا دن ہے؟“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا ”آج بھی سوموار ہے۔“ تب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”میں امید رکھتا ہوں کہ آج رات تک کسی بھی وقت دنیائے فانی سے کوچ کر جاؤں گا۔“

(صحیح البخاری : ۱۳۸۷، صحیح مسلم : ۹۳۱)

وضاحت : یاد رہے! سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات منگل کے روز ہوئی تھی، یہ محض رسول اکرم ﷺ سے محبت کا جذبہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے سوموار کو فوت ہونے کی تمنا فرمائی۔

### سیدنا عمر بن خطاب کی آپ ﷺ سے محبت

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (اپنی وفات سے قبل اپنے بیٹے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے) کہا ”عبداللہ! ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنا ”عمر سلام عرض کرتا ہے اور وہاں دیکھو، امیر المؤمنین کا لفظ استعمال نہ کرنا، کیونکہ آج میں امیر المؤمنین نہیں ہوں، سلام عرض کرنیکے بعد درخواست کرنا کہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگتا ہے، سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور اندر آنے کی اجازت مانگی، اجازت ملنے کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (امیر المؤمنین کی بیماری کے غم میں مبتلا تھیں) سلام عرض کرنے کے بعد پیغام دیا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ”وہ جگہ تو میں نے اپنے لئے رکھی تھی، لیکن اب میں عمر کو ترجیح دیتی ہوں۔“ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ واپس لوٹے تو لوگوں نے سیدنا عمر



ﷺ کو بتایا ”عبداللہ (رضی اللہ عنہ) آگئے ہیں۔“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا ”مجھے اٹھا کر بٹھاؤ“ ایک آدمی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو سہارا دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ”عبداللہ! کیا خبر لائے ہو؟“ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ”امیر المؤمنین جو آپ چاہتے تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ”الحمد للہ! میرے لئے اس سے اہم اور کوئی بات نہیں۔“

(صحیح البخاری: ۳۷۰۰)

### سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کی آپ ﷺ سے محبت

سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ”میں رات بنی اکرم ﷺ کے ہاں بسر کرتا، آپ ﷺ کے لئے وضو کا پانی اور دوسری ضرورت کی چیزیں لایا کرتا (ایک روز) آپ ﷺ نے (خوش ہو کر) ارشاد فرمایا ”کوئی چیز (مانگنا چاہو) تو مانگو“ میں نے عرض کی ”جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت چاہتا ہوں“ آپ ﷺ نے پھر پوچھا ”کچھ اور؟“ میں نے عرض کی ”بس یہی“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”کثرتِ سجود کے ساتھ میری مدد کر (تا کہ تمہارے لئے سفارش کرنا میرے لئے آسان ہو جائے)۔“

(صحیح مسلم: ۴۸۹)

### سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی آپ ﷺ سے محبت

سیدنا ابو ایوب (انصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ (مدینہ تشریف لانے کے بعد) ان کے ہاں مہمان ٹھہرے رسول اللہ ﷺ نے پختی منزل میں قیام فرمایا اور سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ اوپر والی منزل میں تھے، سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے لئے کھانا تیار کرتے، جب (خادم) کھانا واپس لاتا تو ابو ایوب رضی اللہ عنہ خادم سے پوچھتے ”رسول اللہ ﷺ کی انگلیاں کھانے پر کہاں کہاں لگی ہیں؟“ ابو ایوب رضی اللہ عنہ بھی اسی جگہ (اپنی انگلیاں رکھ کر) کھانا کھاتے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۵۳)



## دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپ سے محبت

سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ کی خدمت میں وضوء کا پانی پیش کیا گیا، جس سے آپ ﷺ نے وضوء فرمایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے وضوء سے بچا ہوا پانی لے کر اپنے بدن پر ملنے لگے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۹)

### سبق:

سینکڑوں واقعات سے صرف چند واقعات کا تذکرہ اختصار کے ساتھ آپ نے پڑھا، جن سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ جس طرح آپ ﷺ کی ذات کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ادب و احترام کرتے تھے اسی طرح ہمیں آپ ﷺ کی بات (حدیث) کا ادب کرنا چاہیے اور اسے اپنے دل و جان میں سجانا چاہیے جبکہ ہمارے معاشرے میں آپ ﷺ کے ساتھ ادب و محبت کا دعویٰ میلاد منا کر، آپ ﷺ کو نور من نور اللہ کہہ کر، حاضر ناظر کہہ کر، مختار کل سمجھ کر، آپ کے نعلین کے واسطے آپ کے وسیلے اور طفیل سے اللہ رب العزت کو پکار کر، مصنوعی نقش پابنا کر اور شرکیہ نعت خوانی اور ساز اور ناچ میں آپ کی ثنا بیان کر کے کیا جاتا ہے جبکہ یہ سب طریقے شرک و بدعت ہیں جو کہ عاشقانِ رسول کی عقیدت میں غلو کا نتیجہ ہیں، سچے مہمانِ رسول (صحابہ رضی اللہ عنہم) سے یہ امور ثابت نہیں ہیں بلکہ وہ آپ کی ہر بات کا پورا ادب کرتے تھے۔

اکثر مسلمانوں کا دعویٰ تو ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی ذات سے محبت کرنے والے ہیں، مگر یہ دعویٰ عملاً سچائی پر مبنی نہیں، جب آپ ﷺ کی بات آئے تو ہزار حیلے بہانے بناتے ہیں، پھر محبت کہاں رہی؟ جب آپ کی بات (حدیث) سے محبت نہ ہو تو ذات سے کہاں رہی؟ بقول شاعر

لَوْ كُنْتُ صَادِقًا فِي حُبِّهِ لَأَطَعْتَهُ  
لِأَنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعٌ



تَعْصِي الرَّسُولَ وَأَنْتَ تَظْهَرُ حُبَّهُ  
إِنَّ هَذَا فِي الزَّمَانِ كَبَدِيعٍ

”تو رسول ﷺ کی نافرمانی پر کمر بستہ ہے حالانکہ ان سے محبت کا اظہار بھی کرتا ہے یہ تو زمانے میں بڑی عجیب بات ہے، اگر تیری محبت حقیقت پر مبنی ہوتی تو تو ضرور رسول اللہ ﷺ کا مطیع و فرمانبردار ہوتا۔ کیونکہ چاہنے والا اپنے محبوب (کی حکم عدولی نہیں کر سکتا بلکہ اس) کا مطیع و فرمانبردار رہتا ہے۔“

آئیے! رسول اللہ ﷺ کی ذات اور بات سے اس طرح محبت کریں جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کی، اور محبت کا وہ معیار قائم کریں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے قائم کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے عملاً کر کے دکھایا۔





## رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں سے دشمنی

سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”غزوة بدر کے دن میں میدان جنگ کی صف میں کھڑا تھا اچانک میں نے اپنے دائیں اور بائیں نظر ڈالی تو انصار کے دو کم عمر لڑکوں کو دیکھا میں نے خواہش کی کاش میں ان کم سن لڑکوں کی بجائے مضبوط جسم کے مالک آدمیوں کے درمیان ہوتا ان دونوں میں سے ایک نے مجھ سے اشارہ میں پوچھا ”چچا جان! کیا آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں“ میں نے کہا ”ہاں لیکن میرے بھتیجے تھے اس سے کیا غرض؟“ اس نے جواب دیا ”مجھے پتا چلا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو اس سے اس وقت تک الگ نہ ہوں گا جب تک ہم دونوں میں سے جس کی موت پہلے آئی ہو مرنے جائے مجھے اس کی اس بات پر تعجب ہوا اسی دوران دوسرے جوان نے مجھ سے اشارے سے وہی سوال پوچھا جو پہلے نے پوچھا تھا چند لمحوں بعد میری نظر ابو جہل پر پڑی جو لوگوں کے درمیان گھستا پھر رہا تھا میں نے (دونوں سے مخاطب ہو کر) کہا ”دیکھو وہ ابو جہل ہے، جس کے بارے میں تم مجھ سے پوچھ رہے تھے“ دونوں لڑکے اپنی تلواروں کے ساتھ جھپٹ پڑے اور اسے وار کر کے قتل کر ڈالا پھر دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو ابو جہل کے قتل کی خبر دی ان دونوں کے نام معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہما تھے۔

(صحیح البخاری : ۳۹۶۴، صحیح مسلم : ۱۷۵۲)





## آپ ﷺ کی ذات اور بات کا دفاع

رسول اکرم ﷺ کی ناموس کا دفاع کرنا اہل ایمان پر واجب ہے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”قریش کی ہجو کرو کیونکہ انہیں ہجو تیروں کی بوچھاڑ سے بھی زیادہ ناگوار ہے۔“ پہلے آپ ﷺ نے ایک آدمی سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور انہیں حکم دیا ”تم قریش کی ہجو کرو۔“ (سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ہجو کی) لیکن آپ ﷺ کو پسند نہ آئی، پھر آپ ﷺ نے سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیجا (ان کی ہجو بھی پسند نہ آئی تو سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا)، سیدنا حسان رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی ”اب آپ ﷺ نے اس شیر کو بلا بھیجا ہے جو اپنی دم سے دشمنوں کو مارتا ہے اپنی زبان باہر نکالی اور اسے ہلا کر فرمایا ”اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں کافروں کو اپنی زبان سے اس طرح تہس نہس کروں گا جس طرح چمڑے کو (چھری سے) چیرا پھاڑا جاتا ہے۔“

(صحیح مسلم: ۲۴۹۰)

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِحَسَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَهْجُهُمْ أَوْ هَاجِهِمْ  
وَجِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَكَ

”نبی اکرم ﷺ نے سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کو فرمایا ”مشرکوں کی ہجو کر یا فرمایا اس ہجو کا جواب دے (جو انہوں نے میرے بارے میں کی ہے) اور جبریل علیہ السلام



تیرے ساتھ ہیں۔“

(صحیح البخاری : ۳۲۱۴ صحیح مسلم : ۲۴۸۶)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَجِبْ عَنِّي اللَّهُمَّ أَيَّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”(اے حسان!) میری طرف سے مشرکوں کو جواب دے، یا اللہ! حسان کی روح القدس (سیدنا جبریل علیہ السلام) کے ساتھ مدد فرما“۔ (صحیح البخاری ۳۲۱۴ صحیح مسلم ۲۴۸۵)

### انصار مدینہ نے آپ ﷺ کی حفاظت کی

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اگر انصار کسی وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں بھی اس میں چلوں گا، اگر میں نے ہجرت نہ کی ہوتی (جس کی وجہ سے مہاجر کہلاتا ہوں) تو میں انصار میں سے ایک فرد ہوتا (یعنی انصاری کہلانا پسند کرتا) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ”میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! آپ ﷺ نے بے جا نہیں فرمایا کیونکہ انصار نے آپ ﷺ کو مدینہ میں پناہ دی اور آپ ﷺ کی مدد فرمائی۔“

(صحیح البخاری : ۳۷۷۹)

### سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے پہرہ دے کر آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ایک رات رسول اللہ ﷺ کی آنکھ کھل گئی اور نیند اچاٹ ہو گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی نیک بخت آج کی رات میری حفاظت کرتا۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ”اتنے میں ہمیں ہتھیاروں کی آواز سنائی دی۔“ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ”کون ہے“ آواز آئی ”سعد بن ابی وقاص ہوں یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کی خدمت میں پہرہ دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں پھر رسول اللہ ﷺ آرام سے سو گئے یہاں



تک کہ میں نے آپ ﷺ کے خراٹوں کی آواز سنی۔

(صحیح البخاری: ۲۸۸۵، صحیح مسلم: ۲۴۱۰)

جنگ بدر میں آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا لڑنے کا عہد

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا ایک ایسا کارنامہ دیکھا ہے جسے حاصل کرنا میرے لئے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے، وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ ﷺ مشرکوں کے لئے بددعا فرما رہے تھے۔ مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کی ”ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح آپ سے یہ نہیں کہیں گے کہ تو ”اور تیرا رب جائیں اور لڑیں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں بلکہ ہم آپ ﷺ کے دائیں بائیں آگے اور پیچھے ہر طرف سے لڑیں گے۔“ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ”میں نے ان الفاظ کے بعد دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک اٹھا اور آپ ﷺ مسرور ہو گئے۔“

(صحیح البخاری: ۳۹۵۲)

غزوہ احد میں سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا دفاع کیا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ احد کے روز شکست کھانے کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ سے الگ ہو گئے۔ صرف سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس رہ گئے۔ وہ اپنی ڈھال آپ ﷺ کے اوپر کیے ہوئے تھے۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ زبردست تیر انداز تھے اس روز انکے ہاتھوں دو یا تین کمائیں ٹوٹیں۔ جب کوئی صحابی تیروں کا ترکش لے کر نکلتا تو رسول اللہ ﷺ اس سے فرماتے ”یہ تیر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے لئے رکھ دو۔“ رسول اکرم ﷺ جب اپنا سر مبارک اونچا کر کے کافروں کی طرف دیکھتے تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ”اے اللہ کے نبی ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ ﷺ سر مبارک اونچا نہ کریں، کہیں کسی کافر کا تیر آپ کو نہ لگ جائے، میرا سینہ آپ ﷺ کے



سننے کے آگے ہے۔“

(صحیح مسلم: ۱۸۱۱)

### غزوة احد میں سات مدنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانی

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوة احد کے دوران ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ صرف سات انصاری اور دو قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم کیساتھ سارے لشکر سے الگ ہو گئے تو کافروں نے (قتل کرنے کے لئے) آپ ﷺ پر زبردست چڑھائی کر دی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”کون ان کافروں کو ہم سے دور کرتا ہے، اس کے لئے جنت ہے یا آپ ﷺ نے فرمایا وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا؟“ انصار میں سے ایک آدمی آگے بڑھا، آپ ﷺ کا دفاع کیا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ کفار نے آپ ﷺ پر دوبارہ چڑھائی کی۔ آپ ﷺ نے پھر وہی بات دہرائی ”کون ہے جو انہیں ہم سے دور کرے، اس کے لئے جنت ہے؟“ یا فرمایا جنت میں وہ میرا رفیق ہوگا۔“ ایک اور انصاری آگے بڑھا، مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ اسی طرح ہوتا رہا حتیٰ کہ ساتوں انصاری باری باری شہید ہو گئے۔ رسول اکرم ﷺ نے (اپنے قریشی) ساتھیوں سے فرمایا ”ہم نے اپنے انصاری ساتھیوں سے انصاف نہیں کیا۔“

(صحیح مسلم: ۱۷۸۹)

### غزوة احد میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا دفاع کیا

سیدنا سعد (بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ غزوة احد کے روز رسول اللہ ﷺ نے میرے لئے اپنے ماں باپ کو جمع کیا (یعنی یوں فرمایا ”میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں“) مشرکوں میں سے ایک شخص نے مسلمانوں کو خوب قتل کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”سعد! میرے ماں باپ تجھ پر قربان، خوب تیرا مار۔“ میں نے ایک تیر نکالا جس کے آگے نوک نہیں تھی اور اسے پھینکا تو وہ اس مشرک کی پسلی میں لگا اور مشرک گر پڑا جس سے اس کی شرمگاہ کھل گئی۔ رسول اللہ ﷺ دیکھ کر ہنسے یہاں تک کہ میں



نے آپ ﷺ کی داڑھیں دیکھیں۔

(صحیح مسلم : ۲۳۱۲)

### جنگِ احزاب میں سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی نصرت فرمائی

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگِ احزاب میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک رات ہوا بہت تیز چل رہی تھی اور سردی بھی خوب تھی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا ”کوئی شخص ہے جو جا کر کافروں کی خبر لائے، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن میرے ساتھ رکھے گا۔“ یہ سن کر ہم لوگ خاموش ہو رہے اور کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ”کوئی شخص ہے جو کافروں کی خبر میرے پاس لائے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن میرے ساتھ رکھے گا۔“ کسی نے جواب نہ دیا، سب خاموش رہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ”کوئی شخص ہے جو کافروں کی خبر میرے پاس لائے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن میرے ساتھ رکھے گا۔“ کسی نے جواب نہ دیا۔

آخر آپ ﷺ نے فرمایا ”حذیفہ (رضی اللہ عنہ)! تم اٹھو اور جا کر کفار کی خبر لاؤ۔ جب آپ ﷺ نے میرا نام لے کر حکم دیا تو میرے لئے اٹھے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے روانہ کرتے ہوئے یہ ہدایت فرمائی کہ جاؤ کفار کی خبر لاؤ۔، لیکن انہیں اشتعال دلانے والی کوئی حرکت نہ کرنا۔

جب میں روانہ ہوا تو مجھے ایسے معلوم ہوا جیسے میں گرم حمام میں چلا جا رہا ہوں (یعنی رسول اللہ ﷺ کی دعا سے سردی ختم ہو گئی) جب میں کافروں کے لشکر کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ ابوسفیان کمر آگ سے سینک رہا ہے۔ میں نے اسے تیر مارنے کے لئے کمان پر چڑھایا تو مجھے رسول اللہ ﷺ کی ہدایت یاد آ گئی کہ ایسا کوئی کام نہ کرنا جس سے کفار مشتعل ہو جائیں حالانکہ اگر میں تیر مارتا تو یقیناً ابوسفیان کو لگتا (اور وہ مر جاتا) میں کفار کی خبر لے کر واپس آیا لیکن تب بھی مجھے ایسا معلوم ہوا جیسا کہ میں گرم حمام میں



چل رہا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ کر میں نے آپ ﷺ کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ اس وقت مجھے پھر سردی محسوس ہونے لگی۔

رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنا ایک زائد کمبل عنایت فرمایا جسے اوڑھ کر آپ ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے۔ میں اسی کمبل کو اوڑھ کر سویا تو (اتنی گہری نیند آگئی کہ) صبح تک سویا رہا۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اٹھو نومان“ (بہت زیادہ سونے والے)۔

(صحیح مسلم: ۱۷۸۸)

غزوہ بنو قریظہ کے موقع پر سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی نصرت فرمائی

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگِ احزاب کے دن مجھے اور عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کو (کم سن ہونے کی وجہ سے) عورتوں میں چھوڑ دیا گیا۔ اس روز میں نے (اپنے والد) سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ گھوڑے پر سوار ہیں اور انہوں نے دو تین بار بنو قریظہ کے محلے کے چکر لگائے (غزوہ بنو قریظہ کے اختتام پر) میں نے واپس آنے کے بعد (اپنے والد سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے) پوچھا ”میں نے آپ کو بار بار ادھر ادھر آتے جاتے دیکھا ہے؟“ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ”کیا تو نے واقعی دیکھا تھا؟“ میں نے عرض کیا ”ہاں!“ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ”اصل بات یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”بنو قریظہ کی خبر مجھے کون لا کر دے گا؟“ میں گیا اور جب خبر لے کر واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ نے (خوش ہو کر) اپنے ماں باپ کو اکھٹا کر کے فرمایا ”میرے ماں باپ تم پر قربان۔“

(صحیح البخاری: ۳۷۲۰، صحیح مسلم: ۲۴۱۴)

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے واقعہ افک میں آپ ﷺ کی ناموس کا دفاع کیا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (واقعہ افک کے بعد ایک روز) رسول اللہ ﷺ نے



منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا ”اے مسلمانو! تم میں سے کون ہے جو مجھے اس شخص سے بچائے جس نے مجھے میری بیوی کے معاملے میں اذیت پہنچائی ہے؟ اللہ کی قسم! میں تو اپنی بیوی کے بارے میں خیر ہی خیر جانتا ہوں اور جس شخص کے بارے میں تہمت لگائی گئی ہے اس کے بارے میں بھی خیر ہی جانتا ہوں اور وہ میرے گھر میں کبھی اکیلا نہیں آیا، میرے ساتھ ہی آیا ہے۔“ (یہ سن کر) سیدنا سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کو اس شخص سے بچاتا ہوں، اگر وہ قبیلہ اوس کا فرد ہے تو میں اسے قتل کروں گا اور اگر وہ شخص ہمارے برادر قبیلہ خزرج سے ہے تو پھر آپ ہمیں جو حکم کریں گے ہم بجالائیں گے۔“

(صحیح البخاری: ۲۶۶۱، صحیح مسلم: ۲۷۷۰)

غزوہ حنین میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع فرمایا سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ”جب (غزوہ حنین میں) مسلمانوں اور کافروں کا آمنہ سامنا ہوا تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر کو ایڑی مارتے ہوئے کافروں کی طرف جارہے تھے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ”میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام تھامے اسے تیز چلنے سے روک رہا تھا اور ابوسفیان (بن حارث) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے عباس! اصحابِ سمرہ کو پکارو۔“ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی آواز بہت بلند تھی۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے بلند آواز میں پکارا ”اصحابِ سمرہ کہاں ہیں؟“ اللہ کی قسم! اصحابِ سمرہ یہ سنتے ہی ایسے لوٹے جیسے گائے اپنے بچوں کے پاس چلی آتی ہے اور کہنے لگے ”ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کافروں کو قتل کر دو۔“

(صحیح مسلم: ۱۷۷۵)

سبق

اس باب میں آپ نے چند واقعات کا مطالعہ کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کس طرح



آپ ﷺ کی عزت و ناموس کا دفاع کیا، آپ کی جان کی حفاظت کی اور ہاتھ اور زبان سے دشمنوں کی مذمت کی، اسی طرح آج بھی آپ ﷺ کی عزت و ناموس کا دفاع کرنا مسلمانوں پر فرض ہے، کوئی غیر مسلم آپ ﷺ کی ذات کا استہزاء کرے، آپ کی توہین کے خاکے بنائے یا زبان درازی کرے تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ہر ممکن صورت ان کا دفاع کریں اور آپ کے دشمنوں کو دشمن سمجھیں اور ان کا کام تمام کر دیں اسی طرح جو آپ ﷺ کی بات (حدیث) کے خلاف سازش کریں، حدیث کا رد کریں، انکار کریں یا حدیث کے مقابلے میں بزرگوں کے اقوال کو ترجیح دینا چاہیں، یا ایسے وضعی فقہی قواعد بنائیں جن میں احادیث کا شرعی مقام گرانے کی کوشش کریں یا سنت کے مقابلے میں بدعات کو رائج کریں، اس سب کچھ کی تردید کرتے ہوئے تبلیغ کے میدان میں اور قلم کے میدان میں حدیث رسول ﷺ کا دفاع کرنا ضروری ہے۔ یہی آپ ﷺ کی ذات سے محبت کا تقاضا ہے۔





## حدیثِ رسول ﷺ سے محبت

### حدیثِ رسول ﷺ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثالی محبت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی ہر بات اور ہر فعل سے بے پناہ محبت کا اظہار آپ ﷺ کے اقوال و افعال پہ عمل پیرا ہونے کی صورت میں کیا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”نِعَمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّيُ مِنَ اللَّيْلِ“

”عبداللہ بہت اچھا آدمی ہے، اگر رات کو نماز (تہجد) پڑھے، قَالَ سَالِمٌ

”فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا“

”سالم بیان کرتے ہیں کہ اسکے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو کم ہی سوتے تھے۔“

(صحیح البخاری: ۳۷۴۰، ۳۷۴۱، صحیح مسلم: ۲۳۷۹)

مسجد نبوی کے دروازوں میں سے بابِ جبرائیل کے پڑوس کے ایک دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لَوْ تَرَ كُنَّا هَذَا الْبَابَ لِلنِّسَاءِ“

اگر ہم اس دروازے کو عورتوں کے لئے چھوڑ دیں۔

قَالَ نَافِعٌ ”فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ ابْنُ عُمَرَ حَتَّى مَاتَ“

”نافع بیان کرتے ہیں کہ ”عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تا وفات اس کے بعد اس

دروازے سے نہیں گزرے۔“



(سنن ابی ابوداؤد: ۴۶۲، وسندہ صحیح)

ان دونوں احادیث میں آپ ﷺ نے ابھی ترغیب دلائی ہے، حکم نہیں دیا مگر سنت کے جیالے صحابی ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فوراً تعمیل کی۔

اتَّخَذَ النَّبِيُّ ﷺ خَاتِمًا مِنْ ذَهَبٍ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنِّي اتَّخَذْتُ خَاتِمًا مِنْ ذَهَبٍ فَنَبَذَهُ وَقَالَ إِنِّي لَنْ أَلْبَسَهُ أَبَدًا، فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ

”رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہن لی، تو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں پہن لیں، آپ ﷺ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا کہ میں اسے ہرگز نہ پہنوں گا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔“

(صحیح البخاری: ۷۲۹۸)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، آپ نے جوتے اتارے اور بائیں طرف رکھ دیئے، جب لوگوں نے یہ دیکھا، انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا، ’تم نے اپنے جوتے کیوں اتارے؟ انہوں نے کہا ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنے جوتے اتار رہے تھے، تو ہم نے بھی اتار دیئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل میرے پاس آئے، انہوں نے بیان کیا کہ آپ کے جوتے نجاست آلودہ ہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے، تو اپنے جوتے دیکھے، اگر ان پر نجاست پائے تو زمین پر رگڑ دے پھر ان کو پہن کر نماز پڑھ لے۔“

(سنن ابی داؤد: ۶۵۰، مسند الطیالسی: ۲۱۵۴، و سندہ صحیح، امام ابن خزیمہ)

(۱۰۱۷) امام ابن حبان (۲۱۸۵) نے اس کو ”صحیح“ کہا ہے، امام حاکم (۲۶۰/۱) نے اس کو ”امام مسلم کی شرط“ پر قرار دیا ہے، حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے، اسے بوسہ دیا اور فرمایا:



إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَا لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ

”میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ نقصان دے سکتا ہے نہ نفع، اگر میں رسول  
اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا، تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔“

(صحیح البخاری: ۱۵۹۷، صحیح مسلم: ۱۲۷۰)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ”ایک درزی صحابی نے رسول اللہ  
ﷺ کو کھانے کی دعوت دی، آپ ﷺ مجھے بھی ساتھ لے گئے، رسول اللہ  
ﷺ سالن سے کدو تلاش کر کے کھاتے تھے ”فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مُنْذُ  
يَوْمَئِذٍ“ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو کدو (رغبت سے) کھاتے دیکھا ہے تب  
سے میں بھی ہمیشہ کدو کو پسند کرتا ہوں۔“

(صحیح البخاری: ۵۳۷۹، صحیح مسلم: ۲۰۴۱)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ  
کی باندھیوں (عورتوں) کو مسجد میں نماز پڑھنے سے منع نہ کرو“ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے  
بیٹے (بلال) کہنے لگے کہ ہم تو انہیں ضرور روکیں گے“ راوی بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ  
بن عمر رضی اللہ عنہما سخت غصے ہوئے اور کہنے لگے کہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی بات بتاتا  
ہوں اور تو کہتا ہے کہ ہم ضرور روکیں گے۔“

(صحیح مسلم: ۴۴۲)

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”وہ اپنے بھتیجے کے پہلو میں بیٹھے تھے  
کہ اس نے ہاتھ سے کنکری پھینک دی، تو عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اسے روکا اور فرمایا  
کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کنکری پھینکنے سے منع فرمایا ہے، اس نے دوبارہ ایسا  
کیا، ”عبداللہ بن مغفل غصے ہو گئے اور فرمانے لگے کہ میں آپ سے کبھی کلام نہ کروں  
گا۔“

(صحیح مسلم: ۱۹۵۴)



عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جسم گودنے اور گودوانے والیوں، چہرے کے بال اکھاڑنے اور اکھڑوانے والیوں، خوبصورتی کے لئے دانت میں خلا پیدا کرنے والیوں پر اور اللہ کی بناوٹ کو تبدیل کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے، ایک عورت بولی کہ ان کاموں میں سے بعض کام تو تمہاری بیوی میں بھی ہیں، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا جاؤ جا کر دیکھ لو، وہ عورت گئی تو ان کی بیوی میں ایسی کوئی بات نہ پائی، تب وہ واپس آئی اور کہنے لگی ان میں سے کوئی بات میں نے تمہاری بیوی میں نہیں دیکھی، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر وہ ایسا کرتی تو ہم کبھی اس سے صحبت نہ کرتے۔“

(صحیح البخاری: ۵۹۳۱، صحیح مسلم: ۲۱۲۵)

نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بانسری کی آواز سنی تو اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیں اور راستے کی دوسری سمت کافی دور نکل گئے، مجھ سے پوچھا اے نافع! کیا کچھ سن رہے ہو؟ میں نے عرض کی نہیں، تب انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں سے نکالیں اور فرمایا ”میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بانسری کی آواز سنی اور ایسے ہی کیا۔“

(سنن ابی داؤد: ۴۹۲۳، ۴۹۲۵، ۴۹۲۶، مسند الامام احمد: ۳۸، ۸/۲)

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ۱/۲۲۲ و سندہ حسن)

زید بن اسلم اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اب ہمیں رمل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ رمل تو مشرکین کو دیکھانے کے لئے تھا، اب اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا، پھر خود ہی فرمایا ”لیکن رمل تو وہ چیز ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، سنت چھورنا ہمیں پسند نہیں۔“

(صحیح البخاری: ۱۶۰۵)

انس بن سرین بیان کرتے ہیں کہ میں مقام عرفات میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے



ساتھ تھا وہ جب کہیں جاتے تو میں بھی انکے ساتھ جاتا حتیٰ کہ ہم مقام عرفات کے پاس پہنچے اور ان کے ساتھ نمازِ ظہر اور عصر (جمع کر کے) ادا کیں، پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے وقوف فرمایا اور میرے ساتھیوں نے بھی وقوف کیا حتیٰ کہ (مقام عرفات) سے واپس لوٹے تو ہم بھی ان کے ساتھ واپس لوٹے یہاں تک کہ اس تنگ راستے پر پہنچے جو ”مقامِ مازین“ سے پہلے ہے، یہاں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی سواری بٹھادی تو ہم نے بھی اپنی سواریاں بٹھادیں، ہم نے سوچا کہ آپ یہاں نماز پڑھیں گے لیکن انکی سواری پر متعین غلام نے فرمایا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہاں نماز کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ فرماتے ہیں کہ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا انْتَهَى إِلَى هَذَا الْمَكَانِ قَضَى حَاجَتَهُ فَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَقْضِيَ حَاجَتَهُ

”نبی ﷺ جب یہاں پہنچے تو حاجت ضروریہ سے فارغ ہوئے تھے، اس لئے جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حاجت ضروریہ سے فارغ ہونا پسند فرمایا ہے۔“

(مسند الامام احمد: ۲/۱۳۱، و سندہ حسن)

## سبق

اس باب سے ہمیں یہ سبق ملا کہ آپ ﷺ کی ہر ادا، قول، فعل اور تقریر سے محبت کرتے ہوئے اسے اپنایا جائے ذرا سوچنا چاہیے کہ آمین، رفع الیدین، سینے پر ہاتھ باندھنا، فاتحہ خلف الامام، جہری نماز جنازہ وغیرہ بھی آپ ﷺ کی سنتیں ہیں۔ جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں پھر ان سے انکار کیوں؟ ان سے محبت کیوں نہیں؟ ان کا استہزاء کیوں اپنانے والوں سے تعصب کیوں ہے؟ کیا آپ ﷺ کی حدیث سے محبت کا یہی معیار ہے؟ بلکہ یہ تو صراطِ مستقیم سے دوری ہے، اللہ ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین





## صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیث کیسے سیکھی

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان بغیر کسی حجاب کے رہتے سہتے تھے، اور مل جل کر زندگی گزارتے تھے، اس لیے وہ آپ ﷺ کے اقوال و افعال اور تقریرات سے حدیث سیکھتے رہتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حرص بھی یہی ہوتی تھی کہ وہ آپ ﷺ کے اقوال و افعال کی تلاش میں رہیں، بعض آپ کی مجلس کو مضبوطی سے تھامتے اور ہر وقت آپ کے حلقہ بگوش رہتے تاکہ آپ ﷺ جو کچھ بھی فرمائیں اس کو محفوظ کر لیں جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہی مشن تھا، اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپس میں باریاں بنائی ہوئی تھیں مثلاً عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں صحیح البخاری و صحیح مسلم میں متصل سند سے مروی ہے فرماتے ہیں ”میرا ایک انصاری بھائی بنی امیہ بن زید سے تھا، ہم نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے جانے کی باری بنائی، ایک دن وہ آپ ﷺ کے پاس سے حدیث لاتا اور مجھے خبر دیتا اور دوسرے دن میں آپ ﷺ کے پاس آتا اور جا کر اس کو بتاتا“

(صحیح البخاری: ۸۹، صحیح مسلم: ۱۳۷۹)

اور بعض اوقات دور دراز کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لمبا سفر کر کے آپ ﷺ سے علم حدیث سیکھتے، جیسا کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سخت سردیوں میں آپ ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے اور نماز شروع کرتے وقت، رکوع جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے چادر سے ہاتھ باہر نکالتے اور کانوں کی طرف لے جاتے، ایک سال کے بعد میں پھر آیا تاکہ دیکھوں اسلام کے کون کون سے نئے مسائل جاری ہو چکے ہیں تو پھر آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ ﷺ نماز شروع



کرتے وقت، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے اور اپنے ہاتھ چادر سے نکال کر کندھوں کی طرف لے جاتے، (سنن ابی داؤد: ۷۲۷، و سندہ حسن)

بعض اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی بیویوں کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ کی ازواج سے مسئلہ دریافت کرتے کیوں کہ وہ آپ ﷺ کی عائلی زندگی کے حالات سے زیادہ واقف تھیں، جیسا کہ ایک صحابی نے اپنی بیوی کو بھیجا اور اپنی بیوی سے روزے کی حالت میں بوس و کنار کے متعلق پوچھا تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں میرا بوسہ لیتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۲۹، صحیح مسلم: ۱۱۰۶)

اسی طرح بعض دفعہ عورتیں آپ ﷺ سے برائے راست مسئلہ پوچھتی تھیں جو ان کے متعلقہ ہوتا، پھر جب ایسے مسائل میں رسول مکرم ﷺ کیلئے زیادہ وضاحت نامناسب ہوتی تو اپنی ازواج کی طرف انکو بھیج دیتے جیسا کہ ایک عورت نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ وہ حیض سے کس طرح پاکیزگی کرے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو کپاس کا ایک پمبہ لے لے اور وضوء کر لے، اس نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ میں وضوء کس طرح کروں؟ آپ ﷺ نے اسی طرح بات دوہرائی مگر وہ نہ سمجھ سکی پھر آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ وہ اسکو سمجھا دے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو سمجھایا کہ وہ کپاس کا ایک ٹکڑا لے اور اسے خون نکلنے کی جگہ (شرم گاہ) پر رکھ لے اور وضوء کر لے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۴، صحیح مسلم: ۳۳۲)

اسی طرح بعض وجوہ کی بنا پر صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کے ذریعے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھ لیتے جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بہت مذی آتی تھی تو میں رسول اللہ ﷺ سے بذات خود مسئلہ پوچھنے میں شرمایا کیوں کہ میں انکا داماد تھا تو میں نے مقدار رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ مجھے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھ کر بتادیں تو انہوں نے



پوچھ کر بتایا کہ اس سے وضوء کرنا چاہئے (یعنی غسل فرض نہیں ہوتا)۔

(صحیح البخاری: ۱۳۲، صحیح مسلم: ۳۰۳)

اسی طرح بعض صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی حدیث لکھنے کا مستقل اہتمام فرماتے جیسا کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ لکھتے تھے، فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی ہر بات لکھتا تھا، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ آپ انکی ہر بات لکھتے ہیں (حالانکہ آپ ﷺ تو بعض دفعہ غصے میں ہوتے ہیں)، میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور کچھ عرصہ کے بعد آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”لکھا کر، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس زبان سے صرف حق ہی نکلتا ہے۔“

(مسند الامام احمد: ۱۶/۲، سنن ابی داؤد: ۳۶۴۶، سنن الدارمی: ۴۹۰)

المستدرک للحاکم: ۱/۱۰۵، ۱۰۶، و سندہ صحیح و اخرجه احمد: ۲/۲۰۷، و سندہ

حسن، التقید للخطیب: ۸۰ و سندہ حسن)

الغرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث حاصل کرنے کے حریص تھے، کسی نے یاد کر کے، کسی نے لکھ کر اور کسی نے عمل کر کے حدیث کی حفاظت کی۔





## حدیث سیکھنے میں صحابہ کرام کی حرص

صحابہ رضی اللہ عنہم احادیث نبویہ ﷺ یاد کرنے کے بہت حریص تھے چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”ہم حدیث کو یاد کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے ہی یاد کرنے کے لئے۔“ (مقدمہ صحیح مسلم: ۲۰، و سندہ صحیح)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کی بہت سی احادیث سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا چادر بچھاؤ میں نے چادر بچھائی، تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے لپ بنا کر اس چادر میں ڈال دی اور پھر فرمایا ”اس چادر کو لپیٹ کر اپنے سینے سے لگاؤ“ میں نے اس کو اپنے سینے سے لگایا پھر اسکے بعد میں کبھی بھی نبی کریم ﷺ کی حدیث نہیں بھولا۔ (صحیح البخاری: ۱۱۹)

دیکھیں احادیث کو یاد کرنے کا شوق تھا تو آپ ﷺ سے کمزوری حفظ کی شکایت کی اور پھر مسئلہ حل ہو گیا، پھر آپ کے حافظے میں کمزوری نہ رہی کبھی بھولے نہیں لہذا اسی حدیث سے منکرین حدیث کا جواب ملتا ہے جو کہتے ہیں کہ انسان اتنی احادیث کیسے یاد کر سکتا ہے، حالانکہ آپ ﷺ کی خاص کاوش کے بعد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے احادیث حفظ کرنا اور یاد رکھنا کوئی مشکل کام نہ رہا، دوسری بات کہ آپ ﷺ کی مرویات کے متن کو اکٹھا کیا جائے تو قرآن کے متن سے کم ہی بنتا ہے جبکہ قرآن کو آج بھی حفظ کرنے والے ہزاروں بلکہ لاکھوں حفاظ پائے جاتے ہیں۔ نیز یہ کہ آج بھی بڑے بڑے محدث پائے جاتے ہیں جنکو مکمل بخاری یا مسلم یاد ہے بلکہ کتب ستہ کے حافظ بھی موجود ہیں، پھر جو لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غیر فقیہ تھے انہیں ہوش کے ناخن لینے چاہیں کہ اتنا بڑا مضبوط حافظے والا صحابی جسے ہزاروں احادیث ہر وقت سنا



نے پر دسترس حاصل ہے کیا وہ ان سے استنباط نہیں کر سکتا، انکے معانی اور مفہوم کو نہیں سمجھ سکتا؟ کیا آج ادنیٰ سا عالم اپنی رائے سے کام لینے والا ایک صحابی سے زیادہ فقیہ ہو گیا؟

### صحابہ رضی اللہ عنہم کو حدیث اچھی طرح یاد ہوتی

دَخَلْنَا بَيْتَ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْنَا فِيهِ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ، فَذَكَرْنَا الْوُضُوءَ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، ثُمَّ يُصَلِّيُ وَلَا يَتَوَضَّأُ، فَقَالَ لَهُ بَعْضُنَا أَنْتَ رَأَيْتَهُ يَا بَنَ عَبَّاسٍ؟ قَالَ فَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى عَيْنَيْهِ فَقَالَ بَصُرَ عَيْنِي

سیدنا ”ہم زوجہ رسول سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر داخل ہوئے، وہاں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے، جب ہم نے آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضوء کی بات کی، تو سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھاتے تھے، پھر (نیا) وضوء کئے بغیر ہی نماز پڑھتے تھے، کسی نے کہا: اے ابن عباس! کیا آپ نے خود آپ ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ تو انہوں نے ہاتھ سے اپنی آنکھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میری آنکھوں نے دیکھا ہے۔

(مسند الامام احمد ۱/ ۲۷۲ و سندہ حسن)

### سبق:

آج ہمیں بھی احادیثِ رسول مقبول ﷺ کو یاد کرنے، انہیں سمجھنے اور ان کے احکام و مسائل اپنانے کا شوق ہونا چاہیے، مگر افسوس ہے مسلمانوں پر کہ کسی طالب علم سے پوچھا جائے کہ تیسرے سال میں تو نے کون سی حدیث کی کتاب پڑھی؟ وہ کہتا ہے ”قدوری شریف“، اچھے سال میں کون سی کتاب پڑھی؟ وہ کہتا ہے ”ہدایۃ شریف“، سات سال فقہ پڑھتے رہے آخری سال حدیث پڑھنے کی بجائے اس کا صرف دور کیا، حدیث نہ پڑھی، نہ سمجھی، فقہ کی کتابوں کو حدیث سمجھتا رہا۔



## درپیش مسائل میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپ ﷺ کی طرف رجوع

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم درپیش مسائل آپ ﷺ سے دریافت کرتے تھے چنانچہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنا گھوڑا نبی سبیل اللہ (جہاد) میں دے دیا، گھوڑا جسکے حوالے تھا اس نے اسے بیکار کر دیا، میں نے اسے خریدنے کا ارادہ کر لیا اور یہ گمان کیا کہ وہ مجھے ستادے گا، میں نے نبی ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا، تو اسے نہ خرید اور اپنے صدقہ کو واپس نہ لو، اگرچہ وہ آپکو ایک درہم کا ہی کیوں نہ دے دے، کیوں کہ صدقہ واپس لینے والا ایسے ہی ہے جیسے کتاتے کر کے دوبارہ چاٹ لے۔ (صحیح البخاری: ۳۰۰۳، صحیح مسلم: ۱۶۲۰)

عاص بن وائل نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی، پس انکے بیٹے ہشام نے اپنے حصے کے پچاس غلام آزاد کردئے تو انکے بیٹے عمرو (جو کہ مسلمان تھے) نے ارادہ کیا کہ باقی پچاس غلام وہ بھی باپ کی طرف سے آزاد کر دے، انہوں نے کہا کہ میں تو پہلے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھوں گا چنانچہ وہ نبی ﷺ کے پاس آئے تو عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میرے باپ نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی، (میرے بھائی) ہشام نے تو انکی طرف سے پچاس غلام آزاد کر دئے، جبکہ میرے ذمہ پچاس غلام باقی ہیں، کیا میں انکی طرف سے آزاد کر دوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر وہ مسلمان ہوتا تو تم اسکی طرف سے غلام آزاد کرتے یا اسکی طرف سے صدقہ کرتے یا اس کی طرف سے حج کرتے تو اسکو ان چیزوں کا ثواب پہنچتا۔“



(سنن ابی داؤد: ۲۸۸۳، مسند الامام احمد: ۲/۱۸۳، و سندہ حسن)

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی والدہ کافرہ تھیں، آپ کے پاس (غربت کی وجہ سے) کچھ (تحفے ہدیے) لینے کے لیے آئیں، تو آپ نے فرمایا: ”میں پہلے آپ ﷺ سے پوچھوں گی، چنانچہ آپ ﷺ سے کہا کہ میری والدہ کافرہ ہے، مجھ سے کچھ لینا چاہتی ہے، کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((نَعَمْ صَلَّى أُمَّكَ))

”جی ہاں اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو۔“

پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ مالدار ہو گئی اور پھر آپ کے پاس آئی اور کچھ ہدیے اپنی بیٹی کو دینا چاہتی تھیں مگر آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پہلے میں آپ ﷺ سے پوچھوں گی، آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا ”جی ہاں، اپنی ماں کے تحفے قبول کر سکتی ہو۔“

(صحیح البخاری: ۲۶۲۰، صحیح مسلم: ۲۳۲۲)

رسول اللہ ﷺ نے بنی مخزوم کے ایک آدمی کو صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا تو اس نے ابورافع سے کہا کہ میرے ساتھ چلو، تاکہ آپکو بھی اس سے حصہ ملے گا، تو میں نے کہا ”نہیں یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤں گا اور پوچھوں گا“، پس میں آپ ﷺ کے پاس آیا (اور آپ ﷺ سے پوچھا) آپ ﷺ نے فرمایا: ”صدقہ ہمارے لئے جائز نہیں اور قوم کا غلام بھی انہیں میں سے ہوتا ہے“

(سنن النسائی: ۸۰۱۵، سنن ابی داؤد: ۱۶۵۰، سنن الترمذی: ۶۵۷، و قال ”حسن

صحیح“ و سندہ صحیح، اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۲۳۲۳) نے صحیح کہا ہے، امام حاکم (۴۰۴/۱) نے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بلاشبہ نبی ﷺ (سفر حج میں) ”روحاء“ مقام پر ایک قافلے سے ملے، ایک عورت نے آپکی طرف اپنا بچہ بلند کیا اور کہا کیا اس کا حج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، البتہ اجر آپکو ملے گا۔“

(صحیح مسلم: ۱۳۳۶)



ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ایک خثعم قبیلے کی عورت نے پوچھا ”اے اللہ کے رسول ﷺ! بندوں پر اللہ تعالیٰ کا فرض ہے کہ حج کریں میں نے اپنے باپ کو بہت بوڑھا پایا ہے وہ تو سواری پر بیٹھ ہی نہیں سکتا، کیا میں اسکی طرف سے حج کروں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ”جی ہاں“ اور یہ حجۃ الودع کے موقعہ کی بات ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۵۱۳، صحیح مسلم: ۱۳۳۴)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو لشکر کا امیر بنا کر روانہ کیا وہ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا اور قرأت کا اختتام سورہ اخلاص پر کرتا، جب وہ واپس لوٹے تو انہوں نے اس بات کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس سے پوچھو یہ ایسا کیوں کرتا ہے؟“ اس نے کہا ”یہ رحمن کی صفت ہے اس لئے میں اس سے محبت کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا ”اسے بتا دو کہ اللہ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔“

(صحیح البخاری: ۷۳۷۵، صحیح مسلم: ۸۱۳)

ایک آدمی نے پوچھا کہ میری بہن نے نذرمانی تھی کہ وہ حج کریگی اور وہ مرگئی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اگر اس پر قرض ہو، تو اسکی طرف سے ادا کریگا؟ اس نے کہا ”جی ہاں“ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”یہ اللہ کا قرض ہے اسکو بھی ادا کر یہ زیادہ اولیٰ ہے۔“

(صحیح البخاری: ۶۶۹۹، صحیح مسلم: ۱۱۳۸)

## سبق:

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا تو آپ ﷺ کی طرف رجوع فرماتے جو موقف آپ ﷺ کی طرف سے صادر ہوتا اسی موقف کو اپناتے، آج مومنوں کا بھی یہی فرض بنتا ہے کہ جب کسی مسئلے کی ضرورت پیش آئے تو کتاب و سنت کی طرف رجوع کریں یا ایسے عالم کی طرف رجوع کریں جو صرف قرآن اور حدیث سے ہی مسائل بیان کرنے بلکہ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ سے پوچھے بغیر عملی قدم نہ اٹھاتے، اسی طرح مسلمانوں کا بھی حق بنتا ہے کہ وہ ہر بظاہر نیکی کو دین نہ سمجھ لیں بلکہ کتاب و سنت سے میچ کریں کیونکہ ہر چمکتی ہوئی چیز سونا نہیں ہوتی۔



## صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث کا پریکٹیکل کرتے تھے

سینکڑوں واقعات میں سے چند ایک حاضر خدمت ہیں۔

عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّهُ رَأَى مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا صَلَّى كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا ارَادَ أَنْ يَرْفَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ هَكَذَا

”ابو قلابہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جب وہ نماز شروع کرتے تو تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع الیدین کرتے پھر جب رکوع میں جاتے تو بھی رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی رفع الیدین کرتے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے

تھے۔“ (صحیح البخاری : ۷۳۷، و صحیح مسلم : ۳۹۱)

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا:

هَلْ أُرِيكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا فَاصْنَعُوا

”کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کے دکھاؤں؟ پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کی اور دونوں ہاتھ بلند کیے، جب رکوع کے لئے تکبیر کہی تو دونوں ہاتھوں کو اٹھایا پھر جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے اور فرمایا ”تم بھی اسی طرح نماز پڑھا کرو۔“

(سنن الدار قطنی : ۱ / ۲۹۲ ح ۱۱۱۱، و سندہ صحیح)



سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ جمرہ کبریٰ کے پاس پہنچے تو بیت اللہ کو اپنی بائیں جانب اور منیٰ کو دائیں جانب کیا اور سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے پھر فرمایا:

هُكَذَا رَمَى الَّذِي أَنْزَلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ

”جس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر سورہ بقرہ نازل کی گئی ہے اس نے بھی اسی طرح

کنکریاں ماری تھیں۔“ (صحیح البخاری: ۱۷۴۹، صحیح مسلم: ۱۲۹۶)

سیدنا حمران رضی اللہ عنہ جو کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے وضوء کا پانی منگوا یا، اپنے ہاتھ تین دفعہ دھوئے، پھر (تین دفعہ) کلی کی اور ناک میں پانی چڑھا کر جھاڑا، پھر تین دفعہ اپنا چہرہ دھویا، پھر دائیں ہاتھ کی کہنی تک تین دفعہ دھویا پھر بائیں کو اسی طرح (تین دفعہ کہنی تک دھویا) پھر سر کا مسح کیا، پھر اپنے دائیں پاؤں کو ٹخنے تک تین مرتبہ دھویا اور پھر اسی طرح بائیں کو پھر فرمایا:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضُوءِي هَذَا

”میں نے اللہ کے رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو دیکھا انہوں نے میرے اسی وضوء کی طرح

وضوء کیا۔“ (صحیح البخاری: ۱۵۹، صحیح مسلم: ۲۲۶)

نافع بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بانسری کی آواز سنی تو دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور اس راستے سے دور نکل گئے، اور مجھ سے پوچھا کہ اے نافع! کچھ سنائی دے رہا ہے، میں نے عرض کیا ”نہیں“ تو انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں سے باہر نکالیں اور فرمایا:

كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ مِثْلَ هَذَا فَصَنَعَ مِثْلَ هَذَا

”میں رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ تھا، آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بانسری کی آواز سنی تو ایسے

ہی کیا جیسے میں نے کیا۔“

(سنن أبی داؤد: ۴۹۲۴، مسند الامام احمد: ۲/۸۳۸، سندہ حسن)

نعیم الجمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھیں، آپ



نے بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز میں پڑھی پھر ام القرآن (سورہ فاتحہ) پڑھی، جب ولا الضالین پر پہنچے تو آمین فرمائی اور جب بھی سجدہ کیا اور بیٹھنے کے بعد تیسری رکعت کے لئے قیام کیا تو اللہ اکبر کہا پھر سلام پھیرنے کے بعد کہا

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ اِنِّي لَا شُبْهَكُمْ صَلَاةَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

”اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ساتھ میری نماز تم تمام سے زیادہ مشابہ

ہے“، (سنن النسائی: ۹۰۶ و سندہ صحیح اس حدیث کو امام ابن خزیمہ ۴۹۹، امام ابن الجارود ۱۸۴،

امام ابن حبان ۱۷۹۷ ”صحیح“ کہا ہے۔)

سالم سے روایت ہے، وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلے جمرے کو سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے بعد اللہ اکبر کہتے پھر تھوڑا سا آگے بڑھ کر نرم ہموار جگہ پر آ کر قبلہ رخ ہو کر لمبا قیام کرتے اور دعا کرتے اور ہاتھ اٹھاتے، جمرہ وسطی (درمیانے جمرہ) کو سات کنکریاں مارتے، ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے، پھر بائیں جانب ہو کر نرم ہموار جگہ پر آ کر قبلہ رخ ہو کر لمبا قیام کرتے اور دعا کرتے اور ہاتھ اٹھاتے، پھر جمرہ عقبہ (آخری جمرہ) کو وادی کے درمیان کھڑے ہو کر سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے، اس جمرے کے پاس نہیں ٹھہرتے تھے، پھر واپس لوٹتے اور فرماتے:

هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔“ (صحیح البخاری:

(۱۷۵۱)

ابن ابی رافع بیان کرتے ہیں کہ مروان نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا اور (خود) مکہ چلا گیا، اس دوران سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز پڑھی اور پہلی رکعت میں سورہ جمعہ جبکہ دوسری رکعت میں سورہ منافقون تلاوت فرمائی۔ ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے نماز کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور کہا کہ آپ نے وہی سورتیں تلاوت فرمائی ہیں جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ (اپنے دورِ خلافت میں) کوفہ میں پڑھایا کرتے تھے



سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے (اس لیے یہ سورتیں پڑھی ہیں کیونکہ میں نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز جمعہ میں یہی سورتیں پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

(صحیح مسلم: ۸۷۷)

سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ فلاں (صحابی) ظہر کی پہلی دو رکعات لمبی کرتے اور عصر کی ہلکی کرتے اور مغرب میں ”قصار مفصل“ (سورہ بینہ سے آخر تک) میں سے پڑھتے اور عشاء میں ”وسط مفصل“ (سورہ بروج سے بینہ تک) اور صبح ”طوال مفصل“ (حجرات سے بروج تک کی آیات میں سے) پڑھتے تھے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ”میں نے کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جس کی نماز اس شخص سے زیادہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہو۔“

(سنن النسائی: ۹۸۳، و سندہ حسن)

انس بن سیرین فرماتے ہیں، جب انس رضی اللہ عنہ شام سے واپس ہوئے تو ہم ان سے ”عین التمر“ مقام پر ملے، میں نے دیکھا کہ آپ گدھے پر سوار ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کا منہ قبلہ سے بائیں طرف تھا اس پر میں نے کہا کہ میں نے آپ کو قبلہ کے سوا دوسری طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے انہوں نے جواب دیا ”لَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَعَلَهُ لَمْ أَفْعَلُهُ“

”اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے نہ دیکھتا تو کبھی ایسا نہ کرتا۔“

(مسند الامام احمد: ۳/۲۰۴، صحیح البخاری: ۱۱۰۰، صحیح مسلم: ۱۵۴۴)

یعنی نقلی نماز قبلہ رخ ہو کر سواری پر شروع کر دینے کے بعد اگر سواری کا رخ قبلہ سے پھر بھی جائے اور نماز جاری رکھی جائے تو یہ سنت سے ثابت ہے۔

سبق: آج امت کے علماء کا بھی یہ حق بنتا ہے کہ وہ لوگوں کو امور اسلام عملاً کر کے دکھائیں اور وضاحت کریں کہ یہ عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارک ہے، کسی غیر کے طریقے کے مطابق نہیں ہے، تاکہ لوگوں میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے اور لوگ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دامن گیر رہیں۔





## حدیث کے پرچار میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی جدوجہد

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ذاتی تنقیص کا خیال کئے بغیر احادیث کا پرچار کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث دوسروں تک پہنچانے کی غرض سے عائلی زندگی کی نجی باتیں بھی بیان کر دیتے چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرے پھر انزال سے پہلے الگ الگ ہو جائیں تو کیا اس پر غسل واجب ہوتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے عائشہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا میں اور یہ ایسا کرتے تھے اور پھر غسل کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۳۵۰)

اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کا غسل کرنے کا طریقہ بیان فرماتے ہیں: جس میں میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا، آپ ﷺ نے جنابت کا غسل کیا، بائیں ہاتھ سے برتن جھکا کر دائیں ہاتھ پر پانی ڈالا، جس سے دونوں ہاتھ دھوئے، پھر برتن میں اپنا ہاتھ ڈال کر شرمگاہ کو دھویا، پھر اپنا ہاتھ دیوار یا زمین پر (رگڑ کر دھویا) پھر (تین بار) کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر چہرہ (تین بار) دھویا، پھر بازو دھوئے پھر سر پر تین دفعہ پانی ڈالا (اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ بالوں کو اچھی طرح پانی پہنچاتے اور پھر اپنے سر پر تین چلو ڈالتے)

(صحیح البخاری: ۲۴۸، صحیح مسلم: ۳۱۴)



پھر سارے جسم پر پانی بہایا پھر اس جگہ سے تھوڑا سا دور ہو کر دونوں پاؤں دھوئے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۹، صحیح مسلم: ۳۱۷)

سبق: بعض لوگوں کو ان کے مذاہب کی بدعات، خرافات اور عقل و فطرت اور اسلام کے منافی، غیر مہذب مروجہ فقہ کے مسائل دکھائے جاتے ہیں تاکہ وہ اسلام اور باطل کا تقابل کریں اور ہدایت حاصل کریں۔ تو بے جا تعصب میں آ کر وہ صحیح البخاری سے مذکورہ احادیث لے کر ان کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں امام بخاری نے یہ لکھا ہے، وغیرہ انہیں ایسا کرنے سے باز آنا چاہیے کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ مذاق ہے۔

### علم حدیث کی تبلیغ میں حیا کا لحاظ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ مَرُّنَ أَرْوَاجِكُنَّ أَنْ يَسْتَطِيبُوا بِالْمَاءِ فإِنِّي  
أَسْتَحْيِيهِمْ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ

(سنن الترمذی: ۱۹، سنن النسائی: ۴۶، مسند الامام احمد: ۶/۱۱۳ "صحیح")

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (اے مسلمان عورتو!) اپنے خاوندوں کو حکم دو کہ وہ (ڈھیلوں کے بعد) پانی سے بھی طہارت کریں، میں (ڈائریکٹ) انہیں بیان کرنے سے شرماتی ہوں جبکہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح طہارت کرتے تھے۔“

مقصد یہ ہے کہ کم از کم تین ڈھیلوں یا اسکے بعد طاق ڈھیلوں سے طہارت کرنی چاہئے، البتہ تین کے بعد طاق کی شرط ملحوظ نہ رکھنا بھی جائز ہے اور صرف ڈھیلوں سے ہی طہارت ہو جاتی ہے، کوئی شک نہیں، البتہ ڈھیلوں کے ساتھ بعد میں پانی بھی استعمال کیا جائے تو افضل ہے، اور اہل علم کے نزدیک پسندیدہ ہے، یہی آپ ﷺ کا معمول ہے، جو کہ امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عورتوں کے ذریعے انکے خاوندوں تک یوں تمام لوگوں تک پہنچانا چاہتی ہیں۔ البتہ اکیلے پانی سے بھی استنجاء ہو جاتا ہے جس پر امام



ترمذی رضی اللہ عنہ اور امام بخاری رضی اللہ عنہ نے باب باندھا ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بہت مذی آتی تھی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ میرے نکاح میں تھیں، اس لئے آپ سے پوچھنے میں شرم محسوس کرتا تھا لہذا میں نے مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ دیں تو انہوں نے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”مذی کے آنے پر غسل نہیں بلکہ وضوء کرنا ہوگا۔“

(صحیح البخاری: ۱۳۲، صحیح مسلم ۳۰۳)

## سبق

دین اسلام کے مذکورہ طرز کے مسائل کو بیان کرتے اور سنتے وقت متانت اور سنجیدگی سے کام لیا جائے، کبھی بھی اپنے لب و لہجہ اور اشارے کنائے میں استہزاء کا دخل نہ ہو کیونکہ یہ کبائر میں داخل ہے اور نہ ہی واشگاف الفاظ اور منہ پھٹ کر بیان کیا جائے کیونکہ یہ حیاء اور آداب علم نبوت ہر دو کے منافی ہے۔

## حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہنچانے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا کمال جذبہ

عبدالرحمن بن شماسہ فرماتے ہیں کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوئی بات پوچھنے کے لیے ان کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے فرمایا تم کن لوگوں سے ہو؟ میں نے کہا میں ایک مصری آدمی ہوں، فرمانے لگیں، تمہاری اس لڑائی میں تمہارا ساتھی امیر معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ تمہارے ساتھ کیسا رہا؟ اس نے کہا ”ہم نے اس کی کسی بات کو ناپسند نہیں کیا، اگر کسی آدمی کا اونٹ مر جاتا تو وہ اسے اونٹ دے دیتا تھا، غلام فوت ہو جاتا تو غلام دے دیتا تھا اور خرچے کی ضرورت ہوتی تو خرچہ دے دیتا تھا۔ فرمانے لگیں: ”اس نے میرے بھائی محمد بن ابی بکر کے متعلق جو کچھ کیا (یعنی قتل کیا تھا) وہ مجھے تم سے وہ حدیث بیان کرنے سے مانع نہیں ہو سکتا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اس گھر میں بیان کرتے ہوئے سنی:

((اللَّهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشُقُّ عَلَيْهِ))



وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أُمَّرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَّقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ))  
 ”اے اللہ جو شخص میری امت کے کام میں سے کسی چیز کا ذمہ دار بنا پھر ان پر  
 مشقت ڈالی تو تو اس پر مشقت ڈال اور جو شخص میری امت کے کام میں کسی  
 چیز کا ذمہ دار بنا پھر ان کے ساتھ نرمی کی تو تو اس کے ساتھ نرمی کر۔“

(مسند الامام احمد: ۹۳۱۴، صحیح مسلم: ۱۸۲۸)

اس حدیث سے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا کمال تقویٰ اور انصاف یوں معلوم ہوتا  
 ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی کے قاتل کی اچھی صفت سن کر اس کی فضیلت میں رسول  
 اللہ ﷺ کے فرمان کو چھپایا نہیں بلکہ اپنی دلی کیفیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ رسول  
 اللہ ﷺ کا فرمان امت تک پہنچا دیا۔ یہ ان میں حدیث رسول ﷺ کو امت تک  
 پہنچانے کا زبردست جذبہ تھا۔

سبق

بعض لوگ ذاتی مفاد میں بے جا مصلحت کا لبادہ اوڑھتے ہوئے کتمانِ حق میں  
 کامیاب ہونا پسند کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم کو عملی  
 جامہ پہنانا چاہیے، اسی طرح بعض لوگ اپنے باطل مسلک کے خلاف احادیث مبارکہ کو  
 چھپاتے ہوئے ادھوری احادیث بیان کرتے ہیں، دانستہ طور پر باطل تاویل کرتے ہیں  
 اور خلاف شرع فتویٰ دیتے ہیں انہیں اپنے ایمان کی فکر کرنا چاہیے اور آخرت کے انجام  
 سے ڈرنا چاہیے۔





## صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل بالحدیث

صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل حدیث کے مطابق رہا ہے

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے:

مَرَّ عَلَيَّ صَبِيَانِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ۔

”ان کا گزر بچوں کے پاس سے ہوا تو انہوں نے بچوں کو سلام کیا اور فرمایا

”رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔“

(صحیح البخاری: ۶۲۳۷، صحیح مسلم: ۵۷۱۴)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ

الصَّلَاةَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكُوعِ وَقَالَ صَلَّيْتُ

خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ

”میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز ادا کی، آپ ہمیشہ شروع

نماز اور رکوع میں جاتے، اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے

اور فرماتے کہ میں نے رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پیچھے نمازیں پڑھیں، آپ بھی اسی

طرح کرتے تھے“

(السنن الكبرى للبيهقي: ۲ / ۷۳، و سندہ صحیح)

سیدنا ابوزبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:



أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ كَانَ إِذَا فَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ وَيَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَعَلَ ذَلِكَ

”جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو رفع الیدین کرتے اور رکوع میں جاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے اور فرماتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا انہوں نے ایسا کیا“ (سنن ابن ماجہ : ۸۶۷)

و سندہ صحیح، مسند السراج : (۹۲) میں ابو زبیر نے سماع کی تصریح کی ہے۔

سیدنا نافع عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرماتے ہیں، انہیں اپنی بیوی (صفیہ بنت ابی عبید رضی اللہ عنہا) کی مدد کے لیے بلایا گیا (کیونکہ وہ مریض تھیں اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر پر تھے) لہذا انہیں جلدی سفر کرنا تھا تو نماز مغرب کو لیٹ کیا یہاں تک کہ شفق غائب ہو گیا پھر آپ سواری سے اترے اور مغرب اور عشا کو جمع کیا، پھر بتایا

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ وَ ذَلِكَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ

”جب رسول اللہ ﷺ کو سفر میں جلدی ہوتی تو آپ بھی اسی طرح (دو نمازیں جمع) کرتے تھے۔“

(صحیح البخاری : ۱۰۹۱، صحیح مسلم : ۱۵۶۹)

نافع بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما خطبہ سے پہلے نماز عیدین پڑھتے اور پھر خطبہ دیتے تھے۔

(صحیح البخاری : ۹۶۲، صحیح مسلم : ۸۸۸)

عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں ”میں اللہ کے رسول ﷺ اور ابو بکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم تمام کے ساتھ دونوں عیدوں میں شریک رہا ہوں، یہ تمام خطبہ سے پہلے نماز عید پڑھتے تھے۔“ (صحیح البخاری : ۹۶۲، صحیح مسلم : ۸۸۳)

نافع بیان کرتے ہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب جمعہ پڑھتے، واپس جا کر گھر میں دو



رکعات پڑھتے پھر کہتے

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصْنَعُ ذَلِكَ

”اللہ کے رسول ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔“

(سنن ابی داؤد: ۱۱۳۰، و سندہ حسن)

صحابہ رضی اللہ عنہم حدیث سنتے ہی عمل پیرا ہوتے

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ

ہوئے اور فرمایا:

أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ وَاللَّهِ  
لَتُقِيمَنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لِيَخَالَفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ

”لوگو! اپنی صفیں سیدھی کرو! لوگو! اپنی صفیں سیدھی کرو! اپنی صفیں سیدھی کرو!

اگر تم نے صفیں سیدھی نہ کیں تو اللہ تمہارے دلوں میں اختلاف اور پھوٹ

ڈال دیگا“

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يَلْزِقُ كَعْبَهُ بِكَعْبِ صَاحِبِهِ وَرُكْبَتَهُ بِرُكْبَتِهِ  
وَمَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِهِ

”تو پھر میں نے دیکھا کہ ہر شخص اپنے ساتھی کے ساتھ اپنے ٹخنے کے ساتھ

ٹخنا اور گھٹنے کے ساتھ گھٹنا اور کندھے کے ساتھ کندھا ملا رہا تھا۔“

(سنن ابی داؤد: ۶۶۲، سنن الدارقطنی: ۲/۲۸۲، ۲۸۳، و سندہ حسن و

اصلہ فی مسلم: ۴۳۶، حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو ”حسن“ کہا ہے (تغلیق التعلیق

لابن حجر: ۲/۳۰۲، امام ابن حبان ۲۱۷۶ تو اسے ”صحیح“ کہا ہے۔)

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر

شراب پلا رہا تھا کہ شراب کی حرمت نازل ہوئی، آپ ﷺ نے منادی کرنے والے کو



حکم دیا اور اس نے اعلان کرنا شروع کر دیا، ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا باہر جا کر دیکھو یہ کیسی آواز ہے؟ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں باہر گیا اور (واپس آ کر) کہا کہ ایک منادی اعلان کر رہا ہے کہ خبردار ہو جاؤ شراب حرام ہو گئی ہے، یہ سنتے ہی ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: **وَإِذْ هَبُّ فَأَهْرَقَهَا** ”جاؤ اور شراب کو بہا دو“ راوی کا بیان ہے کہ پھر مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔“

(صحیح البخاری: ۲۴۶۲، صحیح مسلم: ۸۱۷۳)

### صحابیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بالحدیث

زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی، جبکہ ان کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی تھی تو انہوں نے خوشبو منگوائی جس میں زردی تھی، وہ خلوق تھی یا کوئی اور چیز، انہوں نے یہ خوشبو لونڈی کو لگائی اور اپنے ہاتھوں کو اپنے رخساروں پر مل لیا اور فرمایا:

وَاللَّهِ مَا لِي بِالطَّيِّبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تُوْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ  
تُحَدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ إِلَّا عَلَى زَوْجِ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ  
وَعَشْرًا

”اللہ کی قسم! مجھے خوشبو کی کوئی ضرورت اور طلب نہیں ہے مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، فرماتے تھے کہ کسی خاتون کے لئے یہ حلال نہیں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو، وہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے اپنے شوہر کے کہ وہ چار ماہ دس دن سوگ کرے گی۔“

(صحیح البخاری: ۱۲۸۱، صحیح مسلم: ۱۳۸۶)

زینب بنت ابی سلمہ سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس آئی جبکہ ان کا بھائی فوت ہو گیا تھا، انہوں نے بھی خوشبو منگوا کر لگائی



اور پھر اسی طرح حدیث بیان کی جس طرح ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے الفاظ ہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۳۶۲، صحیح مسلم: ۲۷۲۷)

یہ تھیں مومن صحابیات کہ غمی اور وفات کے موقع پر بھی احادیث پر عمل کرتیں اور مرگ کی رسم، واویلا، نوحہ، گریبان پھاڑنا وغیرہ سے اجتناب کرتیں اور سوگ کے جو ایام اسلام نے مقرر کیے ہیں اس سے زیادہ سوگ نہ کرتیں جبکہ آج ہماری مسلمان عورتوں کا کیا حال ہے، دینی تعلیمات اور حدیث رسول ﷺ کی تعلیم سے بالکل غافل اور مرگ کے موقع پر تمام جاہلانہ امور کر گزرتی ہیں اور منع کرنے کے باوجود باز نہیں آتیں۔

نبی کریم ﷺ جانتے تھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حدیث پر عمل کے بہت حریص ہیں

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ (حج کے موقع پر) پانی پلانے والوں کے پاس آئے اور پانی طلب کیا تو عباس رضی اللہ عنہما نے (اپنے بیٹے سے) کہا اے فضل! جاؤ اپنی امی کے پاس اور ان سے رسول اللہ ﷺ کے لئے پانی لاؤ، آپ ﷺ نے فرمایا مجھے (یہاں سے ہی) پلا دو، تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! تمام لوگ اس میں ہاتھ ڈالتے رہتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا مجھے پلا دو، آپ ﷺ نے پانی پیا اور پھر آپ ﷺ زم زم (کے کنویں) کے پاس آئے اور وہ پانی پلا رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا ”تم کام کرتے رہو، تم ایک صالح عمل پر لگے ہوئے ہو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا ”اگر لوگوں کے آپ پر غالب آنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں خود اتر آتا اور رسی اپنے کندھے پر رکھ لیتا اور لوگوں کو پانی پلاتا۔“

(صحیح البخاری: ۱۶۳۵)

یعنی اللہ کے رسول ﷺ جانتے تھے کہ اگر میں نے عملاً یہ کام کیا تو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس حدیث پر عمل کیلئے دوڑ پڑیں گے اور آلِ عباس پر غالب آجائیں گے اور وہ اس شرف سے محروم رہ جائیں گے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ!



مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

”قیامت کے دن آپ کی شفاعت کی سب سے زیادہ سعادت کے حاصل ہو گی؟“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”ابو ہریرہ! مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے کوئی اس کے بارے میں مجھ سے دریافت نہیں کرے گا کیونکہ

رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ

”میں نے حدیث کے متعلق تمہاری حرص دیکھ لی ہے۔“ قیامت کے روز میری شفاعت سے سب سے زیادہ وہ شخص فیض یاب ہوگا جو سچے دل سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے گا۔ (صحیح البخاری: ۹۹)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی محفل کو چھوڑ کر کھانا کھانے کے لیے بھی گھر جانا گوارا نہیں کرتے تھے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو آپ ﷺ اپنی زبان مبارک سے کوئی لفظ نکالیں اور میں یاد نہ کر سکوں۔“

### اسلاف کا عمل حدیث کے مطابق ہوتا تھا

عَنْ سَعِيدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي سَلَمَةَ فَأَتَانَا بِزَبَدٍ وَكُتْلَةٍ فَاسْقَطَ ذُبَابٌ فِي الطَّعَامِ فَجَعَلَ أَبُو سَلَمَةَ يَمْقُلُهُ بِأَصْبَعِهِ فِيهِ فَقُلْتُ يَا خَالِدُ! مَا تَصْنَعُ؟ فَقَالَ إِنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ حَدَّثَنِي عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ إِحْدَى جَنَاحِي الذُّبَابِ سَمٌّ وَالْآخَرُ شِفَاءٌ، فَاذَا وَقَعَ فِي الطَّعَامِ فَاْمَقْلُوهُ، فَإِنَّهُ يَقْدُمُ السَّمَّ وَيُوَخِّرُ الشِّفَاءَ

”سعید بن خالد کہتے ہیں میں ابوسلمہ کے پاس گیا، اس نے مکھن، کھجور اور آٹے کی بنی ہوئی کوئی چیز پیش کی، اتنے میں ایک مکھی کھانے میں گر پڑی، ابوسلمہ نے اسے اپنی انگلی کے ساتھ (کھانے میں) ڈبودیا، میں نے کہا: ماموں جان! یہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان



کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”بیشک مکھی کے ایک پر میں زہر ہے اور ایک میں شفاء، اگر یہ کھانے میں گر جائے تو اسے مکمل ڈبو دیا کرو، کیونکہ یہ (گرتے وقت) زہر والے پر کو مقدم کرتی ہے اور شفاء والے کو مؤخر۔“

(مسند الامام احمد : ۳ / ۲۴ / ۶۷ مسند عبد بن حمید : ۸۸۴ سنن ابن ماجہ ۳۵۰۴ سنن النسائی : ۴۲۶۷ و سندہ حسن اس حدیث کو امام ابن حبان (۱۲۴۷) نے صحیح کہا ہے۔)

### صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث سن کر سمعنا و اطعنا فرماتے

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، انصار نے نبی ﷺ سے کہا، ہمارے درمیان اور مہاجر بھائیوں کے درمیان ہمارے کھجور کے درخت تقسیم کر دیں، آپ ﷺ نے فرمایا ”نہیں آپ ہم سے مشقت کروالیں، ہم پھلوں میں تمہارے حصہ دار بن جائیں گے (یعنی پھلوں کی مضارعت ہم کریں گے اور پھل نصف نصف لے لیں گے)“ تو انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا ”سمعنا و اطعنا“ ہم نے سن لیا اور اطاعت کی۔

(صحیح البخاری : ۳۷۸۲)

دیکھیں انصار صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے مال کی قربانی پیش کر رہے ہیں، ادھر آپ ﷺ اور مہاجرین میں بھی اپنے بھائیوں کا احساس موجود ہے، وہ لٹے لٹے، دشمنوں کے ستائے ہوئے، ہجرت کئے ہوئے، غریب الدیار ہونے کے باوجود کہتے ہیں ”ہم مضارعت تو کر لیں گے مگر آپ پر بوجھ نہیں بننا چاہتے“

جس عنوان میں حدیث لائی گئی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث رسول (آپ ﷺ کے قول، فعل اور تقریر) سن کر اطاعت ہی کرتے تھے، جبکہ آج کے لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ حدیث رسول ﷺ سن کر دیکھ کر اور پڑھ کر کہتے ہیں ”حدیث تو ٹھیک ہی ہوگی مگر جو ہمارے حضرت صاحب نے فرمایا ہے وہ بھی تو درست ہے۔“

سامعین کرام یہ تھا صحابہ رضی اللہ عنہم کا جذبہ حدیث رسول ﷺ سن کر عمل کرنے کا، آج ہر وہ شخص جو تقلید پرست ہے حدیث رسول ﷺ کی پرواہ کئے بغیر غیر رسول کی بات پر



جمود اختیار کئے ہوئے ہے، میں نے ایک مقلد سے سنا وہ کہہ رہا تھا کہ اگر ابھی اللہ کے رسول ﷺ زندہ ہو کر ہمارے سامنے آ کر رفع الیدین کر دیں، ہم پھر بھی نہیں کریں گے۔

### صحابہ رضی اللہ عنہم سنت پر ہی عمل کرتے تھے

ابن شہاب سے روایت ہے کہ مجھے سالم نے خبر دی کہ حجاج بن یوسف جس سال عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر آیا تو اس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ہم عرفہ کے دن ٹھہرنے کے متعلق کس طرح کریں تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے سالم نے کہا ”اگر سنت کے مطابق چاہتے ہو تو عرفہ کے دن دوپہر کے وقت (ظہر کے اول وقت میں ظہر اور عصر جمع کر کے) نماز پڑھو، تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس نے سچ بتایا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ظہر اور عصر کی نماز سنت طریقہ کے مطابق جمع کر کے پڑھا کرتے تھے ابن شہاب نے کہا کہ میں نے سالم سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کیا ہے؟ سالم نے فرمایا

”وَهَلْ يَتَّبِعُونَ ذَلِكَ إِلَّا سُنَّتَهُ“

صحابہ رضی اللہ عنہم (اس جمع کرنے میں) آپ ﷺ کی سنت کی پیروی ہی تو کرتے

تھے۔“ (صحیح البخاری: ۱۶۶۲)

### خریم اسدی رضی اللہ عنہ کا عمل بالحدیث

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خریم اچھا آدمی ہے اگر اس کے بال (کندھوں تک سے) زیادہ لمبے نہ ہوں اور شلوار ٹخنوں سے اوپر ہو۔ جب یہ بات خریم اسدی رضی اللہ عنہ تک پہنچتی تو فوراً شلوار کاٹ کر نصف پنڈلی تک رکھ لی اور چھری سے اپنے بالوں کو کاٹ کر چھوٹا کر دیا۔ (سنن ابی داؤد: ۴۰۸۹، مسند الامام احمد: ۱۸۱۴، المستدرک للحاکم:

۱۸۴/۴، و سندہ حسن)



## صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک گروہ کا عمل بالحدیث

ابو مسلم خولانی کہتے ہیں کہ مجھے میرے امین دوست سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس نو یا آٹھ یا سات آدمی بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا ”کیا تم اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرتے؟“ حالانکہ ہم نے تھوڑا عرصہ قبل ہی آپ ﷺ سے بیعت کی تھی پس ہم نے کہا ”اللہ کے رسول ﷺ! ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں“ آپ نے فرمایا: ”تم رسول اللہ ﷺ سے بیعت نہیں کرتے؟“ ہم نے عرض کیا، اللہ کے رسول ﷺ! ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں“ آپ نے پھر فرمایا: ”تم اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت نہیں کرتے؟“ پس ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیے اور عرض کیا: ”اللہ کے رسول! ہم آپ کی بیعت کر چکے ہیں۔ پس اب کس چیز کی بیعت آپ سے کریں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس بات پر کہ تم ایک اللہ کی عبادت کرو گے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے، پانچوں نمازیں ادا کرو گے، اللہ کی اطاعت کرو گے اور ایک بات آہستہ سے فرمائی کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔“ پس میں نے ان مذکورہ افراد میں سے بعض کو دیکھا کہ اگر ان کا کوڑا بھی زمین پر گر جاتا تو وہ کسی سے سوال نہ کرتے کہ وہ اٹھا کر اسے پکڑا دے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۶۷)

سیدنا جری جابر بن سلیم سے روایت ہے، کہتے ہیں ”میں مدینہ آیا“ میں نے ایک آدمی (رسول اللہ ﷺ) کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے پر عمل پیرا ہو رہے ہیں، جوں ہی کوئی ارشاد فرماتا ہے لوگ اس کو اخذ کر لیتے ہیں، میں نے کہا ”یہ شخص کون ہے؟“ انہوں نے کہا ”اللہ کے رسول ہیں“ میں نے کہا عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُولَ اللَّهِ دو دفعہ کہا۔ آپ نے فرمایا تو ”عَلَيْكَ السَّلَامُ“ نہ کہے، یہ تو مردوں کا سلام ہے۔ اور کہہ ”السَّلَامُ عَلَيْكَ!“ (پھر) میں نے کہا ”آپ اللہ کے رسول ہیں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ”میں اللہ کا رسول ہوں، جو (ایسی ذات ہے کہ) اگر آپ کو کوئی تکلیف و مصیبت پہنچ جائے



اور آپ اس کو پکاریں تو وہ آپ کی مصیبت دور کرے گا، اگر آپ کو قحط سالی آجائے، تو پکارے تو وہ تیرے لیے (اناج) اگا دے اور اگر آپ صحراء میں ہیں اور آپ کی سواری گم ہوگئی ہو، آپ اس کو پکاریں تو وہ تیری سواری واپس لوٹا دے۔“

پھر میں نے کہا ”آپ مجھے کوئی (دین اسلام) کی وصیت کر دیں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”آپ کسی کو گالی نہ دیں“

راوی صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”میں نے اس کے بعد نہ کسی آزاد کو گالی دی ہے نہ غلام کو نہ اونٹ اور بکری وغیرہ کو۔“

اور آپ ﷺ نے فرمایا اور کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھنا اور اگر آپ خندہ پیشانی سے اپنے بھائی سے ہم کلام ہوں گے تو یہ بھی نیکی ہے اور اپنی چادر نصف پنڈلی تک اٹھا کر رکھنا، اگر نہیں تو کم از کم ٹخنوں تک ضرور ہو اور ٹخنوں سے نیچے چادر لٹکانے سے ضرور بچنا کیونکہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا اور اگر کوئی آدمی آپ کو گالی دے یا تیرے جس عیب کو جانتا ہے اس میں تجھے عار دلانے تو تو اس کو اس کے عیب پر عار نہ دلا، جس کا تجھے علم ہے کیونکہ اس کا اس پر ہی وبال ہوگا (اور آپ کو اس کا اجر ملے گا)“

(سنن ابی داؤد: ۳۰۸۳، سنن الترمذی: ۲۷۲۱، ۲۷۲۲، سنن النسائی: ۹۶۹۱ و اسنادہ صحیح)

### سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا عمل بالحدیث

عروہ بن زبیر اور سعید بن مسیب روایت کرتے ہیں، حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، آپ نے مجھے (مال) دیا میں نے پھر سوال کیا تو آپ نے مجھے پھر دیا میں نے پھر سوال کیا تو آپ نے مجھے پھر دیا، پھر فرمایا: ”اے حکیم! یہ مال سرسبز اور شریں ہے، پس جس نے اس کو سخاوت نفس (بغیر مانگے اور انتظار و امید کے) لیا، اس کے لیے اس مال میں برکت دی جائے گی اور جس نے اس مال کو مانگ کر لیا تو اس کے لیے اس مال میں برکت نہیں دی جائے گی اور یہ اس شخص کی مانند



ہوگا جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔“  
حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، میں آج کے بعد زندگی بھر مانگ کر کسی کے مال میں کمی نہیں کروں گا۔

پس ابو بکر رضی اللہ عنہ، حکیم رضی اللہ عنہ کو بلاتے تھے کہ انہیں کچھ دیں لیکن وہ قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا تا کہ وہ انہیں کچھ دیں، لیکن انہوں نے ان سے بھی کوئی چیز لینے سے انکار کر دیا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”مسلمانوں کی جماعت! تم گواہ رہو کہ میں نے حکیم بن حزام پر مال فنی میں سے ان کا حصہ پیش کیا، لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا،“ پس حکیم بن حزام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندگی بھر کسی سے سوال نہیں کیا۔

(صحیح البخاری: ۱۴۷۲، صحیح مسلم: ۲۳۵۱)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشکل لمحات میں بھی دامن حدیث نہ چھوڑا

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چکی پیسنے سے بہت تکلیف ہوتی تھی، انہیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں، انہوں نے ایک لونڈی یا غلام کی درخواست کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات ان کے گھر تشریف لائے اور فرمایا:

تم رات سوتے وقت ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو، یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کے بعد) میں نے ان کا پڑھنا ترک نہیں کیا، کہا گیا ”کیا صفین کی رات (جب معاویہ رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کی فوجوں کے درمیان عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے سلسلہ میں جنگ ہوئی تھی) بھی آپ نے ان کا پڑھنا ترک نہیں کیا؟“ انہوں نے کہا ”ہاں صفین کی رات بھی میں نے یہ کلمات نہیں چھوڑے۔“



(مسند الحمیدی: ۴۳، مسند الامام احمد: ۸۰/۱، صحیح البخاری: ۳۱۱۳،

صحیح مسلم: ۷۰۱۵)

**سبق:** معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خوشی، غمی، تنگی، آسانی اور معاملات کے کسی لمحے بھی دامنِ حدیث نہیں چھوڑا، آج ہمارا بھی حق بنتا ہے کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح عمل بالحدیث کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں، اسی میں ہماری دنیا اور آخرت کی بہتری اور کامیابی ہے۔





## خلافِ حدیثِ عمل پر صحابہ کرام کا رویہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں اگر کوئی دانستہ طور پر حدیث کے مخالف عمل کرتا تو وہ ناراض ہوتے اور ایسے لوگوں کی خدمت کرتے اور قطع تعلق کرتے، چنانچہ اس حوالے سے دو چار واقعات پیش خدمت ہیں:

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے بھتیجے کے پہلو میں بیٹھے تھے کہ اس نے ہاتھ سے کنکری پھینک دی تو عبداللہ بن مغفل نے اسے روکا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کنکری پھینکنے سے منع فرمایا ہے، اس نے دوبارہ ایسا کیا ”عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ غصے ہو گئے اور فرمانے لگے کہ میں آپ سے کبھی کلام نہ کروں گا۔“

(صحیح البخاری: ۵۴۷۹، صحیح مسلم: ۱۹۵۴)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی باندیوں (خواتین) کو مسجد میں نماز کے لیے آنے سے مت روکو، یہ سن کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے نے کہا ہم تو انہیں روکیں گے، اس پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سخت غصے ہوئے اور فرمایا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم کہتے ہو ہم انہیں روکیں گے۔ (ابن ماجہ: مقدمہ)

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو عبدالرحمن بن ام حکم بیٹھ کر خطبہ دے رہے تھے یہ دیکھ کر انہوں نے فرمایا کہ اس خبیث کی طرف دیکھو، بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفطؤا إِلَيْهَا وَتَرَكَوْكَ قَائِمًا (سورہ جمعہ)!! جب لوگوں نے



تجارت یا کھیل کود دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے اور تجھے کھڑا ہوا چھوڑ گئے۔

(صحیح مسلم : ۸۶۳)

عمارہ بن روبیہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مروان (حاکم وقت) کے بیٹے بشیر کو خبر پر (دور از خطبہ) دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے دیکھا تو فرمایا اللہ تعالیٰ ان دونوں ہاتھوں کو خراب کرے، میں نے نبی ﷺ کو اس سے زیادہ کرتے نہیں دیکھا اور پھر اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کیا۔“

(صحیح مسلم : ۲۰۵۳)

سبق : آج ہمارا بھی یہی فرض ہے کہ کوئی عامی یا عالم جب بھی خلاف شرع امور کا ارتکاب کرے اور حدیث کے خلاف چلے تو ہم اپنے جذبہ ایمانی کا اظہار کریں، اس کی اصلاح کریں، ناراضگی کا اظہار کریں اور اصل کتاب و سنت کا وعظ کریں، خلاف شرع کسی امر کو ہرگز رائج نہ ہونے دیں تاکہ معاشرے میں عمل بالحدیث کی فضا عام رہے اور لوگ حدیث پر قائم رہیں۔





## نیکی اور ثواب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حرص

ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کی نیکی کے کام میں شریک ہونے کی خواہش

انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی خالہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے قریب سو گئے (یہ آپ کی خالہ تھیں) پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے میں نے عرض کیا، آپ کو کس چیز نے ہنسایا ہے؟ فرمایا: ”میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جہاد کیلئے ایسے سوار ہو رہے ہیں جیسے بادشاہ تختوں پر“ انہوں نے کہا آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے، آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا کی، پھر دوبارہ سو گئے پھر آپ نے پہلے کی طرح کیا، انہوں نے بھی پہلے کی طرح عرض کیا، آپ ﷺ نے بھی اسکو اسی طرح جواب دیا، پس وہ کہنے لگی ”آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے“ آپ نے فرمایا ”آپ ان پہلے لوگوں میں سے ہیں۔“

پس وہ اپنے خادم عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان لوگوں کے ساتھ جہاد پر گئیں جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سب سے پہلے بحری جنگ کے لئے روانہ ہوئے تھے، پس جب وہ اپنے غزوہ سے واپس آئے تو شام میں اترے، ام حرام رضی اللہ عنہا کو سواری پیش کی گئی، پس وہ سواری سے گر کر فوت ہو گئیں۔

(صحیح البخاری، ۲۷۹۹، ۲۸۰۰، صحیح مسلم، ۱۹۱۲)



صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شہادت، بخشش اور جنت پر حریص ہونا

ابوقتاہہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ ان میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا: ”بیشک اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد اور اللہ پر ایمان لانا سب سے افضل اعمال ہیں“ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر سوال کیا، اللہ کے رسول ﷺ! مجھے بتائیں کہ اگر میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں تو کیا میرے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں اگر تو اللہ کی راہ میں اس طرح شہید ہو کہ ثابت قدم رہنے والا، ثواب کی نیت رکھنے والا، آگے بڑھ کر حملہ کرنے والا، نہ کہ پیٹھ دکھانی والا“ پھر اس نے کہا ”مجھے بتائیں، اگر میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں تو کیا میرے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ”ہاں“ جب تو ثابت قدمی، اخلاص کے ساتھ آگے بڑھنے والا ہو، پیٹھ پھیر کر بھاگنے والا نہ ہو، مگر قرض معاف نہیں ہوگا کیونکہ جبریل علیہ السلام نے مجھے یہ ابھی بات کہی ہے۔ (صحیح مسلم ۱۸۸۵)

اسی طرح شداد بن ہاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا، تو وہ آپ پر ایمان لایا اور آپ کی اتباع کی، اور پھر کہا ”میں آپ کے ساتھ اہم بات کرنا چاہتا ہوں“ پھر نبی ﷺ نے اس کے متعلق اپنے ساتھیوں کو وصیت کی، پس جب جہاد ہوا تو نبی ﷺ کو غنیمت کے طور پر کچھ ساتھی ملے، آپ نے ان کو تقسیم کیا اور اسکا حصہ اسکے ساتھیوں کو دیا کیونکہ وہ انکے جانور چراہا تھا، انہوں نے کہا ”نبی ﷺ نے مال غنیمت تقسیم کیا ہے اور یہ تیرے لئے ہے“ اس نے وہ اپنا حصہ لیا اور نبی ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا یہ کیا ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ”یہ تیرا حصہ ہے“ اس نے کہا ”میں نے اس لئے تو آپ کی اتباع نہیں کی تھی، لیکن میں نے تو آپ کی اتباع اس لئے کی ہے کہ مجھے یہاں تیر لگے اور اس نے ایک تیر کے ساتھ اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا، پس میں مر جاؤں اور جنت میں داخل ہو جاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تو سچا ہے تو اللہ تجھے سچا کر دکھائے“ پس تھوڑی دیر بعد ہی میں ان کی دشمن سے لڑائی شروع



ہوگئی، تو اس اعرابی کو نبی ﷺ کے پاس لایا گیا، اسکو وہیں تیر لگا ہوا تھا جہاں اس نے اشارہ کیا تھا، نبی ﷺ نے پوچھا ”کیا یہ وہی ہے؟“ انہوں نے کہا ”جی ہاں“، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس نے اللہ سے سچ بولا تو اللہ نے اسے سچا کر دکھایا، پھر نبی ﷺ نے اپنی قمیص میں اسے کفن دیا، پھر اسکو آگے رکھ کر اسکی نماز جنازہ پڑھی، آپ کی نماز میں سے جو دعا ظاہر ہوئی وہ یہ تھی،

﴿اللَّهُمَّ هَذَا عَبْدُكَ خَرَجَ مُهَاجِرًا فِي سَبِيلِكَ فَقُتِلَ شَهِيدًا أَنَا شَهِيدٌ عَلَى ذَلِكَ﴾

”اے اللہ یہ تیرا بندہ تیری راہ میں مہاجر بن کے نکلا، پس وہ شہید ہو گیا ہے، میں اس پر گواہی دیتا ہوں۔“

(سنن النسائی ۱۹۵۵، و سندہ صحیح)

## عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ کا حصول جنت کے لئے اشتیاق

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”مجھ پر امتیں پیش کی گئیں، کسی نبی کے ساتھ ایک جماعت تھی، کسی نبی کے ساتھ ایک گروہ تھا، کسی نبی کے ساتھ دس آدمی تو کسی نبی کے ساتھ پانچ آدمی اور کوئی نبی اکیلا ہی تھا، اچانک میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی جماعت تھی، میں نے کہا ”اے جبریل! یہ میری امت ہے؟“ اس نے کہا ”نہیں، آپ افق کی طرف دیکھیں تو اچانک ایک بہت بڑی جماعت تھی، کہا کہ یہ آپکی امت ہے، اور ان میں ستر ہزار ایسے ہیں کہ نہ انکا حساب ہے اور نہ ہی ان پر عذاب، (یعنی بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے)“ میں نے کہا ”کیوں؟“ آپ نے فرمایا: ”کیونکہ نہ وہ داغ لگواتے تھے اور نہ ہی دم کرواتے تھے اور نہ ہی بدشگونی لیتے تھے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے تھے، تو عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے ”اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ سے دعا کریں کہ اللہ مجھے بھی ان (ستر ہزار) میں شامل کر لے،“ آپ ﷺ نے فرمایا! ”اللہ تجھے ان



میں شامل کر دے“ (ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ انہیں سے ہیں) پھر ایک اور آدمی کھڑا ہو کر کہنے لگا ”اے اللہ کے رسول ﷺ! سے دعا کریں کہ اللہ مجھے بھی ان میں کر لے، آپ نے اس بار فرمایا کہ ”عکاشہ آپ سے سبقت لے گیا۔“ (صحیح البخاری: ۵۷۰۵، صحیح مسلم ۲۱۸)

### مہاجرین کا نیکیوں پر حریص ہونا

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ کے پاس مہاجر لوگ آئے اور عرض کیا ”اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم نے ایسی کوئی قوم اس قوم سے بڑھ کر نہیں دیکھی جو زیادہ مال میں سے بہت زیادہ خرچ کرنے والی اور تھوڑے مال سے اچھی مدد کرنے والی ہو، جس قوم میں ہم اترے ہیں (یعنی انصار)، یہ محنت تو ہم کو کرنے نہیں دیتے اور نفع میں ہمیں برابر شریک کرتے ہیں، ہمیں تو ڈر ہے کہ سارا ثواب یہی لے جائیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا ”نہیں، جب تک تم انکے لئے اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتے رہو گے۔ (تمہیں بھی اجر ملتا رہے گا)“

(سنن الترمذی: ۲۴۸۷ و قال حسن صحیح و اخرجہ ابوداؤد: ۴۸۱۲ و النسائی فی عمل الیوم واللیلۃ: ۱۸۱ و سندہ ”صحیح“ اس حدیث کو امام حاکم: ۶۳/۱ نے امام مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔)

(۱) اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انصار رضی اللہ عنہم نے ثواب کی نیت سے کام کیا اور مہاجرین کو خدشہ تھا کہ سارا ثواب یہ لے جائیں گے۔  
(۲) مہاجرین رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح زیادہ ثواب کے حریص تھے، اسی لئے سوال کیا، کہ ہم ثواب کے لحاظ سے پیچھے نہ رہ جائیں۔

(۳) انصار رضی اللہ عنہم نے جس جذبہ سے ایثار اور قربانی دی اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔  
(۴) مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم بھی بے حس اور خواہ مخواہ کا بوجھ نہیں بننا چاہتے تھے بلکہ وہ بھی اپنے بھائیوں سے مطالبہ کرتے تھے کہ ہم سے اجرت لے لیں۔



(۵) حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ (احسان، ہدیے اور تحفے) کا اچھا بدلہ دینا چاہئے۔  
(۶) بدلہ نہ دے سکے تو دعا کر دے۔

ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کا عمل صالح کے لیے خواہش کرنا

سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

﴿مُرْنِي بِعَمَلٍ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَا عَدْلَ لَهُ﴾

”مجھے کسی عمل کا حکم دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”روزے رکھا کر کیوں کہ اسکے برابر کوئی چیز نہیں“

پھر میں نے کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کسی عمل کا حکم دیجئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَا عَدْلَ لَهُ﴾

”روزے رکھا کر کیوں کہ اس کے برابر کوئی چیز نہیں“

پھر میں نے کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کسی عمل کا حکم دیجئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَا مِثْلَ لَهُ﴾

روزے رکھا کر کیوں کہ اسکے مثل کوئی چیز نہیں“

(مسند الامام احمد : ۵ / ۲۵۵، ۲۵۸، سنن النسائی : ۲۲۲۲ و سندہ صحیح و

صححه ابن حبان ۳۴۲۵))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا جنت کے تمام دروازوں سے گزرنے کی تمنا کرنا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو اللہ کے راستے میں دو چیزیں خرچ کریگا فرشتے اسے جنت کے دروازوں سے بلائیں گے کہ اے اللہ کے بندے یہ دروازہ اچھا ہے، پھر جو شخص نمازی ہوگا، اسے نماز کے دروازے سے بلا یا جائے



گا، جو مجاہد ہوگا، اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا، اور جو روزہ دار ہوگا، اسے ”باب الریان“ سے بلایا جائے گا، اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والا ہوگا، اسے زکوٰۃ کے دروازے سے بلایا جائے گا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا ”اے اللہ کے رسول ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، مجھے اس بات سے غرض نہیں کہ کون کس دروازے سے بلایا جائے گا“

”فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا“  
 ”کیا کسی کو ان تمام دروازوں سے بھی بلایا جائے گا؟“  
 آپ ﷺ نے فرمایا:

”نَعَمْ وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ“  
 ”جی ہاں اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان میں سے ہوں گے۔“

(صحیح البخاری: ۳۶۶۶، صحیح مسلم: ۱۰۲۷)

### سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کا جنت کے حصول کا حریص ہونا

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ جو کہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے، بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرے گا، میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں، ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ”میں نے کہا“ میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں“ پس وہ کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتے تھے۔ (سنن ابی داؤد: ۱۶۴۳، مسند الامام احمد: ۵/۲۸۱، سنن النسائی: ۲۵۹۱، سنن ابن ماجہ: ۱۸۳۷ و سندہ صحیح، امام حاکم: (۴۱۲/۱۷) نے اسے امام مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، امام منذری نے بھی اس کو سنداً ”صحیح“ کہا ہے، الترغیب والترہیب ۵۸۱۱)

### صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قیام اللیل میں شوق

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں چٹائی



لٹکا کر حجرہ سا بنا لیا، اس میں چند راتیں قیام کرتے رہے، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پتا چلا تو انہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز شروع کر دی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس کاروائی کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غائب ہو گئے، (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کرنے کے لئے کھانسنے اور آوازیں بلند کرنے لگے) بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم انکے پاس آئے اور فرمایا: ”مجھے تمہاری اس کاروائی کا علم ہو گیا ہے، لوگو! اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھو، کیونکہ فرض نماز کے علاوہ آدمی کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔“ (صحیح البخاری: ۷۳۱، صحیح مسلم: ۷۸۱)

### ایک کالے رنگ کی عورت کا جنت کیلئے بیماری پر صبر کرنا

عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، مجھے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ”کیا میں تجھے جنتی عورت نہ دکھاؤں؟“ میں نے کہا ”کیوں نہیں، ضرور دکھائیں“ انہوں نے کہا ”یہ سیاہ فام عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اس نے عرض کیا ”مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میں ننگی ہو جاتی ہوں، آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کریں“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر تو چاہے تو صبر کر اور تیرے لئے جنت ہے، اور اگر تو چاہے تو میں تیرے لئے دعا کر دیتا ہوں، اللہ تجھے صحت و عافیت دیگا“ وہ کہنے لگی میں صبر کرتی ہوں“ پس آپ دعا کریں کہ میں ننگی نہ ہوا کروں“ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے لئے دعا کی (بعد میں وہ ننگی نہیں ہوتی تھی) (صحیح البخاری: ۵۶۵۲، صحیح مسلم: ۲۵۷۶)

### عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نیکی نہ حاصل کر سکنے پر افسوس

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ”جو جنازہ کے ساتھ گیا، اس کو دو قیراط اجر و ثواب ملے گا“ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا، ”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہمیں بہت احادیث بیان کرتے ہیں، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہنے لگے ”ہم نے تو پھر بہت سے



قیراط ضائع کر دیئے۔“

(صحیح البخاری: ۱۳۲۵، صحیح مسلم: ۹۴۵)

معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو علم نہ تھا کہ جنازے میں شرکت کا اتنا ثواب ہے کیونکہ حدیث ان تک نہیں پہنچی تھی، جب اس ثواب کا علم ہوا تو افسوس ہوا کہ جن جنازوں میں ہم کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے ان کے ثواب سے محروم رہ گئے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی تمنا کرنا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کیا ”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ ”قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے سب سے زیادہ سعادت کسے حاصل ہوگی؟“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ابو ہریرہ! مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے کوئی اس کے بارے میں مجھ سے دریافت نہیں کرے گا کیونکہ

رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ

میں نے حدیث کے متعلق تمہاری حرص دیکھ لی ہے، قیامت کے دن سب سے زیادہ میری شفاعت سے فیض یاب وہ شخص ہوگا جو سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہے گا۔“

(صحیح البخاری: ۹۹)

اس حدیث میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا حرص حدیث اور حدیث کو زیادہ سے زیادہ یاد کرنے کے شوق کی تصدیق زبان نبوت سے ہو رہی ہے، نیز صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں بھی نیکیوں میں سبقت لے جانے اور درجات کی بلندیوں تک پہنچنے کا شوق تھا، اسی لیے وہ چاہتے تھے کہ ہمیں معلوم ہو کہ کون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی سعادت پاتا ہے؟

سبق

یہ ہیں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہ جو نیکی اور ثواب کا کوئی کام چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ لہذا جو چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں مشروع تھی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل ضرور کیا اور جو



مشروع نہ تھی اسے نہیں اپنایا بلکہ اتفاقاً کرنے لگے تو جب دیکھا کہ سنت کے منافی ہے اسے چھو دیا، لہذا جو کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں دین تھا، آج بھی وہی دین ہے، اور جو کچھ ان کے دور میں دین نہ تھا، آج بھی دین نہیں ہو سکتا، کیونکہ انہوں نے بعد والوں کے لئے کسی قسم کی گنجائش نہیں چھوڑی۔





## صحابہ رضی اللہ عنہم حدیث سے دلیل مانگتے تھے

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا، جب وہ ان کے دروازے پر آئے، تین دفعہ سلام کیا، جواب نہ ملا، واپس چل دیئے، پیچھے سے عمر رضی اللہ عنہ نکلے اور پوچھا کہ واپس کیوں جا رہے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے تین دفعہ سلام کیا، آپ نے جواب نہیں دیا، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی تین دفعہ اجازت مانگے، نہ ملے تو واپس جلا جائے“ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَقِمُّ عَلَيْهِ بِالْبَيِّنَةِ وَإِلَّا أَوْ جَعْتُكَ

”اس پر دلیل پیش کرو، ورنہ میں تجھے کوڑے لگاؤں گا۔“

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا ”کیا مسئلہ ہے؟“ آپ نے بات بتائی، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے ”اس حدیث سے ہمارا بچہ بچہ واقف ہے“ لہذا ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ”میں قوم میں سب سے چھوٹا تھا، ابی بن کعب نے فرمایا ”تم ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ (اور گواہی دو)“

(صحیح البخاری: ۶۲۴۵، صحیح مسلم: ۲۱۵۳)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ام یعقوب رضی اللہ عنہا نے دلیل مانگی کہ میں نے سارا قرآن پڑھا ہے، مجھے اس میں یہ بات نہیں ملی جس کے متعلق آپ کہتے ہیں کہ اللہ نے فلاں

فلاں عورت پر لعنت کی ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۹۴۴، صحیح مسلم: ۲۱۸۷)

سبق: ہمارا بھی فرض ہے کہ دین کے معاملے میں تحقیق کا دامن نہ چھوڑیں اور جب کوئی عالم یا مفتی ہمیں اپنا موقف پیش کرے تو ہم کتاب و سنت سے دلیل کا مطالبہ کریں اور بغیر شرعی دلیل کے ان کی بات ہرگز نہ مانیں۔



## جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنا عمل

### حدیث کے خلاف پایا

ہم بتا چکے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نیکی کے بڑے حریص تھے، اگر مروجہ بدعات نیکی اور دین ہوتیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم انکے اول عامل ہوتے لہذا جس چیز کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے نہیں اپنایا وہ دین نہیں کیونکہ انہوں نے بعد والوں کے لئے کسی قسم کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بعض اعمال نیکی سمجھ کر کر بیٹھے لیکن وہ حدیث کے خلاف تھے تو آپ ﷺ نے انہیں منع فرمایا، اسی طرح بعض اعمال اسلام میں محبوب بھی تھے مگر انکے طریقوں میں غلطی کی وجہ سے آپ ﷺ نے انہیں غیر مشروع قرار دیا، لہذا جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں ترک کر دیا، اسی طرح آج اگر ہمارے ہاں بھی ایسے اعمال ہوں جنہیں ہم نیکی اور دین سمجھ کر، ثواب کی حرص میں کر رہے ہیں، تحقیق کے بعد جب واضح ہو جائے کہ کتاب و سنت میں اسکی اصل نہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں اسکا کوئی وجود نہیں تو ہمیں بھی وہ ترک کرنے چاہیں۔

آئیے بے شمار نمونوں میں سے چند ایک کا تذکرہ کرتے ہیں، چنانچہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے، اس حال میں کہ آپ رکوع کر رہے تھے، اس نے صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع کر دیا پھر آپ ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا

زَادَكَ اللَّهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدُّ



”اللہ تعالیٰ آپ کو حرص میں زیادہ کرے، دوبارہ ایسا نہ کرنا۔“

(صحیح البخاری : ۷۸۳)

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں فتح مکہ والے سال مکہ کی طرف روانہ ہوئے، آپ ﷺ نے روزہ رکھ لیا لیکن جب آپ ”کراع الغمیم“ مقام پر پہنچے تو لوگوں نے بھی روزہ رکھ لیا آپ ﷺ نے ایک پانی کا پیالہ منگویا اور اسے اونچا کر دیا حتیٰ کہ تمام لوگوں نے اسے دیکھ لیا کہ آپ ﷺ نے پانی پی لیا ہے، اس کے بعد آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ بعض لوگوں نے ابھی تک روزہ رکھا ہوا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا

”أُولَئِكَ الْعُصَاةُ أُولَئِكَ الْعُصَاةُ“

”یہ نافرمان ہیں، یہ نافرمان ہیں۔“ (مسلم : ۱۱۲۳)

یعنی روزہ سفر میں رکھنے کی آسانی سے طاقت ہو تو رکھنا جائز ہے، جبکہ مشقت، کے باوجود نہ چھوڑا جائے اور اسے اعلیٰ نیکی اور زیادہ ثواب کا ذریعہ سمجھا جائے تو یہ نیکی اور ثواب نہیں بلکہ آپ ﷺ کے فرامین (احادیث) کی نافرمانی ہے۔

اسی طرح جس عمل کو نیکی اور ثواب کے جذبے سے کیا جائے مگر وہ حدیث رسول ﷺ سے ثابت نہ ہو، اس کا کوئی فائدہ نہیں لہذا اسے چھوڑنا چاہئے، چنانچہ صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی حدیث مبارکہ ہے۔

تین صحابہ کرام آپ ﷺ کی (نقلی) عبادت کے متعلق معلوم کرنے کے لیے آپ ﷺ کے گھر آئے، جب آپ ﷺ کی عبادت کا علم ہوا تو اپنی عبادت کو بہت کم محسوس کیا اور کہنے لگے ”ہم کہاں اور ہمارے نبی کہاں؟“ جبکہ ان کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہیں، سو ایک نے کہا ”میں آج کے بعد نکاح نہیں کروں گا“ دوسرے نے کہا ”میں روزے میں ناغہ نہیں کروں گا“ تیسرے نے کہا ”پوری پوری رات عبادت کرتا رہوں گا“ جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا، انہیں بلایا اور پوچھا ”کیا تم نے یہ یہ باتیں کہی



ہیں؟“ انہوں نے کہا ”جی ہاں“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں روزہ بھی رکھتا ہوں، ناغہ بھی کرتا ہوں، قیام بھی کرتا ہوں، نیند بھی، عورتوں سے صحبت بھی کرتا ہوں، انقطاع بھی، پس جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں۔“

(صحیح البخاری: ۵۰۶۳، صحیح مسلم: ۱۲۰۱)

سبق: ہمارے مسلمان بھائی بھی جن بعض اعمال کو نیکی کی نیت سے کرتے ہیں، ہم انکے جذبات کی قدر کرنے کے بعد درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں یہی فکر ہے کہ تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں، کیونکہ بدعت ہمیشہ نیکی سمجھ کر، ثواب کی نیت سے کی جاتی ہے مگر اسکا ثواب نہیں ہوتا، لہذا ضروری ہے، ان اعمال کو حدیثِ رسول ﷺ پر پیش کیا جائے، ثبوت ملے تو ٹھیک، نہ ملے تو اسی طرح چھوڑ دینا چاہیے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم چھوڑ دیتے تھے اسے انانیت کا مسئلہ نہ بنایا جائے اور خواہ مخواہ اپنے مذہب کا شعار نہ بنایا جائے اور بے جا تعصب کی بنا پر اپنے موقف کے خلاف آنے والی احادیث سے انحراف نہ کیا جائے بلکہ انہیں اپنے ایمان کا زیور بنایا جائے۔





## جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے کسی کا عمل حدیث کے خلاف پایا

صحابہ رضی اللہ عنہم جب کسی کا عمل حدیث کے خلاف دیکھتے تو فوراً اسکی اصلاح کرتے چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا وہ اپنی قربانی کے اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا تھا تو انہوں نے فرمایا ”اسکو اٹھا کر کھڑا کرو، اس کے (بائیں گھٹنے کو) باندھ کر ذبح کرو“ محمد ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے۔“

(صحیح البخاری: ۱۷۱۳، صحیح مسلم: ۱۳۲۰ / ۳۵۸)

سیدنا نافع بیان کرتے ہیں، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی کو چھینک آئی،

اس نے کہا

”الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ“

یہ سن کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ”میں بھی اللہ کی ثناء کرتا ہوں اور اسکے رسول ﷺ پر درود کا بھی قائل ہوں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھلایا ہے کہ چھینک

آنے پر ہم یوں کہیں

”الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ“

(سنن الترمذی: ۲۷۳۸، مسند الحارث بغیة الباحث: ۸۰۷، المستدرک

للحاکم: ۳ / ۲۶۵، ۲۶۶، شعب الایمان للبیہقی: ۸۸۸۴ و سندہ حسن، امام حاکم نے اسے

”صحیح الاسناد“ قرار دیا ہے حافظ ذہبی نے ”صحیح“ کہا ہے۔)



سبقت

جس طرح ہر معاملے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محمدی طریقہ اپنایا اور حدیث و سنت کے خلاف عمل کو گوارا نہ کیا، اسی طرح ہمیں بھی اپنے (اور دیگر مسلمانوں کے) اعمال سنت کے مطابق رکھنے کی ہمہ وقت کوشش کرنی چاہیے۔





## صحابہ رضی اللہ عنہم نے فتویٰ حدیث کے مطابق دیا

صحابہ رضی اللہ عنہم کا فتویٰ حدیث کے مطابق ہوتا تھا کیونکہ وہ حدیث کی فقاہت رکھتے تھے چنانچہ (۱) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی ﷺ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَعْمَرَ أَرْضًا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا وَقَالَ عُرْوَةُ قَضَىٰ بِهِ عُمَرُ فِي خِلَافَتِهِ

”جس نے اس زمین کو آباد کیا جو کسی کی ملکیت نہ ہو، وہی اسکا زیادہ مستحق ہے عروہ کہتے ہیں عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔“

(صحیح البخاری: ۲۳۳۵)

(۲) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے سائڈے کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا ”لَا أَكُلُهُ وَلَا أُحْرِمُهُ“  
”نہ میں کھاتا ہوں اور نہ میں حرام قرار دیتا ہوں“

(صحیح البخاری: ۵۵۳۶، صحیح مسلم: ۱۹۴۳)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سائڈے کے بارے میں فرمایا: ”رسول اللہ ﷺ نے اسے حرام نہیں قرار دیا، اللہ تعالیٰ اسکے ذریعے کئی لوگوں کو فائدہ دیتا ہے، یہ عام چرواہے لوگوں کی خوراک ہے۔ اگر میرے پاس ہوتا تو میں بھی کھاتا۔“

(صحیح مسلم: ۱۹۵۰)

(۳) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ”میری خالہ ام حفیدہ رضی اللہ عنہا نے نبی

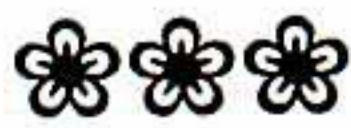


کریم ﷺ کیلئے پنیر، گھی اور سائڈے بطور تحفہ بھیجے، آپ ﷺ نے پنیر، گھی میں سے کچھ مقدار کھالی، لیکن گھن کرتے ہوئے سائڈانہ کھایا، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آپ ﷺ کے دسترخوان پر سائڈا کھایا گیا اور اگر سائڈا حرام ہوتا تو آپ ﷺ کے دسترخوان پر نہ کھایا جاتا۔ (صحیح البخاری: ۵۵۳۷، صحیح المسلم ۱۹۲۷)

دیکھیں پہلی حدیث میں عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ حدیث کے مطابق ہے، دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان صرف یہی ہے کہ سائڈانہ ہی کھاتا ہوں اور نہ حرام قرار دیتا ہوں چنانچہ سینا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اسے حرام قرار نہیں دیا، لہذا میرے پاس ہوتا تو میں بھی کھاتا گویا کہ آپ کا فتویٰ حدیث کے مطابق رہا۔ اور تیسری حدیث میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حدیث پیش کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے گھن کی وجہ سے سائڈا نہیں کھایا لہذا فتویٰ دے رہے ہیں ”اگر یہ حرام ہوتا تو آپ ﷺ کے دسترخوان پر لایا ہی نہ جاتا“ گویا آپ نے بھی رسول اللہ ﷺ کے نہ کھانے کو حرمت پر محمول نہیں کیا بلکہ آپ کے دسترخوان پر لائے جانے کو حلت پر محمول کیا۔

اسی طرح کثیر دلائل ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف احادیث کے حفاظ اور راوی ہی نہ تھے بلکہ فقیہ اور محقق مفتی تھے لہذا ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ غیر فقیہ ہیں لہذا ان کی بیان کردہ حدیث قیاس یا کسی فقہی امام کے قول کے خلاف آجائے تو وہ ضعیف ہے یہ اصول باطل ہے اور احادیث نبویہ کا انکار ہے۔

سبق: آج ہمارے مفتیان دین کا حق بنتا ہے کہ وہ بھی بالکل کتاب و سنت سے ہی فتویٰ دیا کریں، اور اپنے فتویٰ پر قرآن و حدیث کی نصوص بطور دلیل لکھا کریں، صرف اپنے فقہی موقف کو بلا دلیل لکھنے سے اجتناب کریں، میں نے ایک بہت بڑے مفتی کا فتاویٰ دیکھا، جس میں شروع سے آخر تک (پوری کتاب میں) ایک بھی آیت یا حدیث نہیں لکھی گئی، ایسے مفتیان کو اللہ ہدایت نصیب فرمائے۔





باب: ۲۷

## حدیث کے بعد غیروں کے فتویٰ کی طرف رجوع پر صحابہ کا ردِ عمل

سیدنا حارث بن عبداللہ بن اویس بیان کرتے ہیں، میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا ”اگر عورت قربانی کے روز طوافِ زیارت کے بعد حائضہ ہو جائے تو پھر کیا کرے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (پاک ہونے کے بعد) آخری عمل طواف ہونا چاہیے“ حارث رضی اللہ عنہ نے وضاحت فرمائی ”رسول اللہ ﷺ نے بھی مجھے یہی فتویٰ دیا تھا“ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَرَبْتُ يَدَيْكَ سَأَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ سَأَلْتَ عَنْهُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِكَيْ مَا  
أُخَالَفَ

”تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں، تو نے مجھ سے ایسی بات کے متعلق پوچھا، جس کے متعلق آپ رسول اللہ ﷺ سے پوچھ چکے ہیں تاکہ میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف بات کروں۔“ (سنن ابی داؤد: ۲۰۰۴ و سندہ صحیح)

سبق

آج کتاب و سنت کے مطابق فتویٰ دیکھ کر بعض لوگوں کو آگ لگ جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ کسی غیر مقلد کا فتویٰ ہے، آؤ ہم تمہیں صحیح فتویٰ دیتے ہیں لہذا وہ مروجہ فقہ



کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مطابق فتویٰ کو رد کر دیتے ہیں۔ جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث رسول ﷺ کے بعد کسی دوسرے کی طرف رجوع کرنے پر ناراض ہوتے تھے۔





## حجیت حدیث میں فقہی شبہات کا ازالہ

### حدیث قرآن کی تفسیر ہے

قرآن کے اکثر و بیشتر مسائل کی وضاحت حدیث کرتی ہے، مثلاً نماز کا حکم قرآن نے دیا اور طریقہ حدیث نے بتایا، روزہ کا حکم قرآن نے دیا اور طریقہ، وقت، ثواب، احکام حدیث نے بتائے، حج کا حکم قرآن نے دیا اور طریقہ حدیث نے بتایا، زکوٰۃ کا حکم قرآن نے دیا اور مکمل شیڈول اور شرح حدیث نے بتائی، ان مثالوں سے پتا چلتا ہے کہ حدیث کے بغیر قرآن پر عمل کرنا، اس کو سمجھنا اور اس پر ایمان لانا ممکن نہیں، یہی وجہ ہے کہ منکر حدیث اصل میں منکر قرآن ہے۔

آئیے مختصر صرف چند مثالیں سامنے رکھتے ہیں جن میں حدیث قرآن کی تفسیر کرتی

ہے

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ

مُهْتَدُونَ﴾ (سورۃ الانعام: ۸۲)

”جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ خلط ملط نہ کیا، ان کے

لئے امن ہے اور وہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: اَيْنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ ”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم

میں سے کون ہے جو اپنے آپ پر ظلم نہیں کرتا؟



(یہاں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ظلم کا معنی عام زیادتی لیا کہ آدمی اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھتا ہے جبکہ) آپ ﷺ نے فرمایا ”وہ معنی نہیں جو تم لے رہے ہو، بلکہ یہاں ظلم کا وہ معنی ہے جو سیدنا لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

يَا بَنِيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (سورہ لقمان: ۱۳)

”بیٹا! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا، بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔“

(صحیح البخاری: ۴۶۲۹، صحیح مسلم ۱۲۴)

گویا کہ یہاں قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر حدیث نے کی کہ ظلم سے مراد شرک ہے جو شرک نہ کرے وہی امن کا داعی اور ہدایت والا ہے

(۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ (سورہ الانفال: ۶۰)

”تم انکے لئے جو قوت کی طاقت رکھتے ہو تیار رکھو!“

رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر تین بار فرمایا ”خبردار قوت سے مراد رمی ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۹۱۷)

(۳) اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں فرمایا: ”تمہاری جو عورتیں برائی کریں انکو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ وہ فوت ہو جائیں یا اللہ انکے لئے کوئی اور راستہ نکال دے“ یہ ابتدائی حکم تھا، پھر بعد میں آپ ﷺ نے اپنی زبان سے فرمایا:

خُذُوا عَنِّي خُذُوا عَنِّي قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَهِنَّ سَبِيلًا

”مجھ سے لے لو مجھ سے لے لو اللہ نے انکے لئے رستہ نکال دیا ہے، شادی

شدہ مرد اور عورت کے لئے رجم ہے اور غیر شادی شدہ کیلئے سوکوڑے (اور

ایک سال کی جلاوطنی) ہے۔“ (صحیح مسلم: ۱۶۹۰)

گویا کہ یہاں انتہائی امر کی وضاحت حدیث سے ملی۔

ایک حدیث دوسری حدیث کی شرح کرتی ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جناب فلاں مسئلہ خلفائے راشدین میں سے کسی ایک



سے ثابت کریں تب مانیں گے، فلاں مسئلہ ایک ہی حدیث میں دیکھائیں تب مانیں گے، فلاں مسئلہ صرف بخاری اور مسلم کی حدیث سے ثابت کریں، تب مانیں گے یہ تمام انکار حدیث کے بہانے ہیں اگر ایک مسئلہ کسی بھی حدیث کی کتاب سے صحیح سند سے مل جائے تو پھر اپنی من مانی کی شروط لگانے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا صرف خلفائے راشدین ہی معتبر راوی ہیں، باقی نہیں؟ کیا ایک حدیث دوسری حدیث کی شرح نہیں کر سکتی؟ یہ اسلوب تو قرآن نے بھی نہیں اپنایا کہ ایک مسئلہ ایک ہی جگہ پر پوری وضاحت کیساتھ اور مکمل بیان ہوا ہو، بلکہ اسکے مضامین بھی مختلف جگہوں سے آیات لینے سے بنتے ہیں۔

در اصل یہ لوگ حدیث سے انحراف کے طور پر کہتے ہیں جبکہ ایک حدیث اس دوسری حدیث کی وضاحت اور شرح ہوتی ہے۔ مثلاً کنوارے زانی کیلئے سو کوڑے ایک حدیث میں ہیں جبکہ سال کی جلا وطنی دوسری حدیث میں ہے، دونوں کو ماننا چاہئے، جبکہ احناف تغریب عام (ایک سال کی جلا وطنی) کے قائل نہیں۔

اسی طرح وضوء کا مکمل طریقہ، نماز کا مکمل طریقہ اور دیگر احکام کئی ایک روایات جمع کرنے سے ہی پورے طور پر بیان ہوتے ہیں، تمام احادیث کو حجت مان کر مکمل طریقہ احادیث سے لینا چاہئے اور تمام احادیث پر عمل کرنا چاہئے۔

کیا حدیث قرآن کے عموم میں تخصیص نہیں کر سکتی؟

احناف نے یہ قاعدہ بھی وضع کیا کہ حدیث قرآن کے عموم میں تخصیص یا اطلاق میں تقیید نہیں کر سکتی

یہی وجہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ”قرآن کریم میں مطلق کہا گیا ہے کہ ﴿وَالرَّكْعُوعُ مَعَ الرَّكْعَيْنِ﴾ (سورہ بقرہ: ۴۳) ”رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو“ لہذا رکوع کا معنی ہے ”جھکنا“ اب معمولی سا جھک جانے سے اور کچھ نہ پڑھنے



سے رکوع ہو جائے گا اور فرض ادا ہو جائے گا، جبکہ کم از کم رکوع میں تین دفعہ کوئی مسنون تسبیح پڑھنا، رکوع میں اطمینان وغیرہ کرنا، جن کا تذکرہ احادیث میں ہے، یہ فرض نہیں ہیں، بلکہ واجب ہیں اور واجب کو ترک کرنا اگرچہ گناہ ہے مگر فرض کی ادائیگی میں کمی نہیں ہوگی وہ ادا ہو جائے گا، (چنانچہ احناف کے نزدیک تسبیحات قرآن پر اضافہ اور زیادتی ہیں جو فقہ کی زبان میں جائز نہیں)۔“

اسی طرح وہ کہتے ہیں ”وضوء کیلئے قرآن نے صرف ہاتھ، پاؤں اور چہرہ دھونے اور سر کا مسح کا تذکرہ کیا ہے، لہذا یہی چار چیزیں فرض ہیں، جبکہ نیت، بسم اللہ، ترتیب، تسلسل اور کانوں کا مسح جو احادیث سے ثابت ہیں یہ سب حدیث کا قرآن پر اضافہ ہے، یہ فرض نہیں، اگر رہ بھی جائیں تو وضو ہو جائے گا۔“

اسی طرح کہتے ہیں قرآن میں ہے ﴿فَاقْرُؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ (سورہ منزل ۲۰) ”قرآن میں سے جو بھی آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو“

جبکہ حدیث کہتی ہے:

لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

”جو فاتحہ نہ پڑھے اسکی نماز نہیں۔“ (صحیح البخاری: ۷۵۶، صحیح مسلم:

(۳۹۴)

لہذا حدیث نے سات آیات (فاتحہ) مخصوص کر دی ہیں، یہ قرآن پر زیادتی ہے، اس کو چھوڑ دیا جائے گا اور کسی بھی مقام سے صرف ایک ہی آیت پڑھی جائے گی تو رکعت ہو جائے گی۔

ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن کے خلاف ہی فتویٰ دے دیا؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ صاحب قرآن، جسکی ذات کا خلق ہی قرآن ہو، جس پر قرآن نازل ہوا، جو وحی کے بغیر بولے ہی نہیں، ان کی حدیث قرآن کے خلاف آجائے۔

ہم کہتے ہیں کہ تمہارے یہ قوانین اپنی بنیاد میں غلط ہیں، قرآن مجید میں ﴿الزَّانِيَةُ



وَالزَّانِي فَجُلِدُوا كَلًّا وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ﴿٢﴾ (سورہ نور: ۲) کے الفاظ ہیں کہ زانی مرد اور عورت کو سو کوڑے لگاؤ جبکہ شادی شدہ کو رجم کرنے کا حکم حدیث میں ہے جو کہ قرآن پر اضافہ ہے، اسے کیوں تسلیم کرتے ہو؟ یہاں اپنا قانون لاگو کیوں نہیں کرتے۔ سیدنا یعلیٰ بن اُمیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا ”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمْ

الَّذِينَ كَفَرُوا﴾

”اگر تمہیں کافروں کے ستانے کا خوف ہو تو نماز قصر کرنے میں کوئی حرج

نہیں“ (سورہ نساء: ۱۰۱)

لیکن اب تو لوگ امن میں ہیں (اور کوئی کفار کا خوف اور جنگ کی صورت نہیں تو ہم قصر کیوں پڑھتے ہیں؟) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”مجھے بھی تمہاری طرح تعجب ہوا تھا چنانچہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

”صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللَّهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَأَقْبَلُوا صَدَقَتَهُ“

”اللہ تعالیٰ نے تم پر صدقہ کیا ہے لہذا اس کا صدقہ قبول کرو“

(صحیح مسلم ۱۵۷۳)

یعنی دوران سفر خوف ہو یا نہ ہو نماز قصر پڑھنے کی رخصت ہے جس کا تذکرہ

حدیث میں ہے قرآن میں نہیں۔

ہم کہتے ہیں قرآن نے چند رشتوں سے نکاح حرام قرار دینے کے بعد فرمایا:

﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ﴾

”جو ان کے علاوہ ہیں وہ تمہارے لئے حلال ہیں۔“ (سورہ نساء: ۲۴)

جبکہ اس عموم میں بھی حدیث نے تخصیص کی اور فرمایا کہ پھوپھی اور بھتیجی کو ایک

نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۱۰۸، صحیح مسلم: ۱۴۰۸)



اب یہاں اس حدیث کو احناف منسوخ مان کر مذکورہ دور شتے ایک نکاح میں کیوں جمع نہیں کرتے؟ یہاں اپنے فقہی قانون کو کیوں لاگو نہیں کرتے۔

اسی طرح قرآن نے فرمایا:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ (سورۃ المائدہ: ۳)

”تم پر مردار حرام کر دیا گیا ہے۔“

جبکہ حدیث سمندری مردار کو حلال کرتی ہے اور احناف یہاں نہیں کہتے کہ حدیث قرآن کے عموم کے خلاف آرہی ہے، لہذا ہم مچھلی وغیرہ نہیں کھائیں گے کیونکہ وہ مردار ہے۔

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ ایک بکری مرگئی، آپ ﷺ نے اس کے مالکوں کو فرمایا کہ تم نے اسکی کھال کیوں نہ اتاری کہ پھر اسے رنگ لیتے اور اس سے فائدہ اٹھاتے؟ (سنن الترمذی: ۱۷۲۷، و سندہ صحیح)

یہاں بھی حدیث نے مردار کے چمڑے کو حلال قرار دے کر مردار کے عموم میں تخصیص کی، اس تخصیص کو احناف مانتے ہیں اور اپنے قاعدے سے اعراض کرتے ہیں کیوں؟

اسی طرح قرآن نے فرمایا: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ (نساء: ۱۱)

”اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے۔“

اس آیت میں بھی عموم ہے اسکی تخصیص اس حدیث نبوی کے ساتھ کر دی گئی ہے:

((لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَالْكَافِرُ الْمُسْلِمَ))

”مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔“

(صحیح البخاری: ۱۰۰۷، صحیح مسلم: ۱۴)

اب اس کی تخصیص کو احناف نہیں رد کرتے، یہاں تخصیص مانتے ہیں تو فاتحہ اور دیگر مذکورہ مسائل میں کیوں نہیں مانتے؟ ثابت ہوا کہ مرضی کے قواعد اور مرضی کا ان کا



استعمال ہے۔ یعنی مخصوص احادیث کو ٹارگٹ بنا کر (جو ان کے اماموں کے اقوال اور فقہ کے مخالف ہیں) قواعد بناتے ہیں اور باقی امور میں انہیں لاگو نہیں کرتے۔

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا، انہیں کہا گیا آپ

ایسا کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا

((وَمَا يَمْنَعُنِي وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ))

”مجھے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے جب کہ میں نے آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو ایسا کرتے ہوئے

دیکھا ہے۔“ (صحیح البخاری ۳۸۷، صحیح مسلم: ۲۷۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حدیث اچھی لگتی تھی، کیوں؟ اس لئے کہ جریر رضی اللہ عنہ سورہ مائدہ

کے بعد اسلام لائے، انہوں نے آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا، جس سے

صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ مسئلہ نکالا کہ سورہ مائدہ میں جو حکم ہے کہ جب تم نماز کیلئے اٹھو تو ہاتھ،

پاؤں اور چہرہ دھولو اور سر کا مسح کر لو، اس حکم کے ساتھ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا موزوں پر مسح کرنے

والا عمل جو پہلے آرہا ہے منسوخ نہیں ہوا بلکہ قرآن کے عموم میں تخصیص ہو گئی ہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف حفاظ حدیث ہی نہ تھے

بلکہ فقیہ بھی تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک حدیث قرآن میں تخصیص کر سکتی ہے اور

حدیث قرآن کے ظاہر سے ٹکرا کر ضعیف نہیں ہوتی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فقہ میں فرض اور واجب میں کوئی فرق نہیں

ان لوگوں نے قاعدہ وضع کیا ہے کہ قرآن پر حدیث کی زیادتی جائز نہیں ایسی

حدیث ضعیف ہوگی یا پھر قرآن کا حکم فرض کی حیثیت رکھے گا اور حدیث کا حکم واجب کی

حیثیت رکھے گا اور واجب (حدیث) چھوڑنے سے گناہ تو ہوگا، مگر حکم قرآن کی تعمیل

ہو جائے گی۔

جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسی کوئی تخصیص نہیں کرتے تھے بلکہ قرآن اور حدیث دونوں

کے بیان کو فرض ہی سمجھتے تھے، حدیث کی شرعی حیثیت میں فرق نہیں مانتے تھے، چنانچہ



ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انس رضی اللہ عنہ کو ایک لمبا خط لکھا جس میں زکوٰۃ کا شیڈول بتایا اور ابتداء میں لکھا ﴿هَذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَالَّتِي أَمَرَ اللَّهُ بِهَا رَسُولَهُ﴾ (صحیح البخاری : ۱۳۵۴) ”یہ اللہ کا فرضی صدقہ ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے، جس کا حکم اللہ نے اپنے رسول کو دیا ہے۔“

معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت ہونے والی شرح زکوٰۃ کو فرض قرار دیا ہے جو کہ قرآن پر اضافہ اور عموم میں زیادتی ہے مگر واجب نہیں قرار دیا۔

### صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خبر واحد پر اعتبار

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خبر واحد کو حجت مانتے تھے اور اسکے مقابلہ میں اپنی رائے کو ترک کر دیتے تھے۔

دیکھیں ”اختلافی مسائل میں صحابہ نے حدیث کا دامن نہ چھوڑا“ دوسری حدیث میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے گواہی کو حجت بنا کر اسکے مطابق فتویٰ دیا، مگر آج ہمارے مسلمانوں کی ایک بہت بری جماعت کا یہ وضعی فقہی قانون ہے کہ ہمارے کسی فقہی امام کی رائے یا قول کے خلاف خبر واحد آجائے تو وہ منسوخ ہوگی، اس طرح وہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بہت بڑے ذخیرے سے انحراف کر کے اپنے اماموں کے اقوال کی اندھی تقلید میں غرق ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجتہاد کو حدیث پر پیش کرتے تھے، نہ کہ حدیث کو اجتہاد پر

(۱) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ”دو آدمی سفر پر نکلے، نماز کا وقت ہو گیا لیکن دونوں کے پاس پانی نہیں تھا، پس دونوں نے پاکیزہ مٹی سے تیمیم کر لیا اور نماز پڑھ لی پھر وقت ہی میں پانی مل گیا، ان دونوں میں سے ایک نے نماز اور وضو کا اعادہ کر لیا جبکہ دوسرے نے نہ کیا پھر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے بات کا



تذکرہ کیا، آپ نے اس آدمی سے فرمایا جس نے نماز اور وضو نہیں دوہرایا تھا ”أَصَبْتَ  
السُّنَّةَ وَأَجْزَأَتِكَ صَلَاتُكَ“ آپ سنت کو پہنچ گئے اور آپ کو آپ کی نماز کافی ہو  
گئی“ اور دوسرے سے آپ ﷺ نے فرمایا ”لَكَ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ“ آپ کے لئے دوہرا

اجر ہے۔“ (سنن ابی داؤد ۳۸۸، سنن النسائی : ۴۳۳ و سندہ حسن)

(۲) سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے مجھے کسی کام کے لیے سفر  
پر روانہ کیا، میں جنبی ہو گیا اور پانی نہ پاسکا

تَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَمَرَّغَ الدَّابَّةُ فِي الْأَرْضِ

”میں مٹی پر چوپائے کی طرح الٹ پلٹ ہوا“ پھر نبی پاک ﷺ کے پاس آیا  
اور انہیں اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے کر کے دکھایا  
اور فرمایا ”تمہیں یہی کافی تھا کہ ایک دفعہ دونوں ہاتھ زمین پر مار کر بائیں ہاتھ کو  
دائیں ہاتھ پر پھیرتے اور دونوں ہاتھوں کی اوپر والی سائیڈ پر اور اپنے چہرے پر۔“

(صحیح البخاری : ۳۲۷، صحیح مسلم : ۳۶۸)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اجتہاد کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاتے  
گویا کہ اجتہاد کو حدیث پر پیش کرتے۔

جبکہ احناف نے قاعدہ وضع کیا ہے کہ حدیث کو پرکھنے کے لئے ایک طریقہ یہ بھی  
ہے کہ انہیں اپنے مزعوم اماموں کے اقوال پر پیش کیا جائے، اگر انکے قول یا کسی مجتہد کے  
اجتہاد کے خلاف آجائے تو حدیث کو ضعیف تصور کیا جائے گا، جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے  
اجتہاد کو رسول اللہ ﷺ کے حضور پیش کرتے اگر انکے موافق ہوتا تو ٹھیک و گرنہ اسے چھوڑ  
دیتے۔ حنفی فقہانے تو یہ بھی کہا ہے کہ اگر ایک مجتہد اپنے اجتہاد سے رجوع کر لے اور نیا  
اجتہاد قائم کرے تو پہلے کی حیثیت بدستور مسلم و مقبول ہے کیونکہ وہ بھی آخر مجتہد کا قول  
ہے لہذا اگر کوئی اس پر عمل کرے تو وہ بھی درست ہوگا۔

کتنا ظلم؟ کہ کتاب و سنت کی دونوں کو آپس میں تعارض کی بنا پر ساقط کر دیتے



ہیں، جبکہ مجتہد کے دو اقوال کو تعارض کی صورت میں ساقط نہیں کرتے، اپنے مجتہد کے دونوں اجتہادوں کو بیک وقت درست اور قابلِ قرار دیتے ہیں، جبکہ خود مجتہد فقہی امام اپنے پہلے اجتہاد سے رجوع بھی کر چکا ہو، لہذا مقلد صاحبان نے نہ تو مجتہد کی مانی اور نہ ہی کتاب و سنت کے پلے کچھ چھوڑا بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ کوئی بھی حدیث یا قرآن کی آیت ہمارے امام کے قول کے خلاف آجائے تو وہ منسوخ تصور کی جائے گی۔





## حدیث اور رائے آئمہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں

ہم فقہاء آئمہ دین کے بارے میں یہ حسن ظن رکھتے ہیں کہ انہوں نے دانستہ طور پر قرآن و حدیث کے خلاف اپنی رائے اور اجتہاد کو نہ قائم کیا ہے اور نہ ہی اسے ترجیح دینے کا حکم صادر فرمایا ہے بلکہ جب تک حدیث نہیں ملی اپنی رائے اور اجتہاد سے کام لیتے رہے اور آخری فیصلہ کن بات کر کے ”کہ ہماری بات جب بھی تمہیں حدیث کے مقابلے میں نظر آئے تو ہماری بات کو رد کر کے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گلے لگا لینا۔“ اپنا فریضہ ادا کر گئے لہذا وہ تو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اگر اپنی رائے اور اجتہاد میں درست ہوئے تو دہرے ثواب کے مستحق ٹھہرے اور اگر خطا ہوئی تو بھی ایک اجر ان کے حصے میں آیا۔ چنانچہ مشہور آئمہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

### امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا قول

”مَنْ رَدَّ حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَهُوَ عَلَى شَفَا هَلَكَةٍ“

”جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو رد کر دیا وہ ہلاکت کے کنارے

پر ہے“

(الحجة في بيان المحجة للاصبهانی ۱/ ۲۰۷ مناقب الامام احمد لابن الجوزی: ۱۸۲)

و سندہ حسن)

### امام مالک رضی اللہ عنہ کا فرمان

”إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أٌخْطِئُ وَأُصِيبُ فَانظُرُوا فِي رَأْيِي فَكُلُّ مَا وَافَقَ“



الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوهُ وَكُلُّ مَا لَمْ يُوَافِقْ فَاتْرُكُوهُ“

”بیشک میں بشر ہوں، میرا قول صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی، لہذا میرے قول پر غور کرو، جو کتاب و سنت کے مطابق ہو، اس پر عمل کرو اور جو خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔“ (جامع بیان العلم لابن عبدالبر: ۹۱ و سندہ صحیح)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

إِذَا وَجَدْتُمْ فِي كِتَابِي خِلَافَ سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُولُوا لِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ وَدَعُوا مَا قُلْتُ“

”جب تم میری کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کچھ دیکھو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق کہو اور میری بات چھوڑ دو۔“

(مناقب الشافعی للبيهقي: ۴۷۳، الفقيه المتفقه للخطيب: ۱/۱۵۰ و سندہ صحیح)

قیاس اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”أَوَّلُ مَنْ قَاسَ إِبْلِيسُ فَهَلَكَ وَإِنَّمَا عِبَدَتِ الشَّجَرُ وَالْقَمَرُ بِالْمَقَاسِ“

سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا اور وہ ہلاک ہو گیا اور سورج چاند کی عبادت بھی قیاس کی بنا پر ہی کی گئی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳/۸۵، سنن الدارمی: ۱۹۵، الفقیہ و المتفقہ

للخطیب: ۵۰۶ و سندہ حسن)

سنت اور رائے تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم کی نظر میں

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَا رَأْيَ لِأَحَدٍ مَعَ سُنَّةِ سَنِّهَارِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ



”سنت کی موجودگی میں رائے کی کوئی اہمیت نہیں۔“

(سنن الدارمی: ۱/۷۸، و سندہ صحیح)

### امام اوزاعی کا فرمان

((عَلَيْكَ بِأَثَارِ مَنْ سَلَفٍ وَإِنْ رَفَضَكَ النَّاسُ وَإِيَّاكَ وَآرَاءَ  
الرَّجَالِ وَإِنْ زَخَرَفُوا لَكَ الْقَوْلَ))

”اثار سلف (صحابہ اور تابعین) کو لازم پکڑو اگرچہ لوگ آپ کو چھوڑ ہی کیوں  
نہ دیں، لوگوں کی آراء سے اجتناب کرو خواہ ان میں سونے کی چمک دمک ہی  
کیوں نہ ہو۔“

(شرف اصحاب الحدیث للخطیب ۶، الشریعة للاجزی: ۵۸، و سندہ صحیح)

اہل حدیث عالم کے ہوتے ہوئے اہل رائے کے پاس نہیں جانا چاہیے

ہزریل بن شریبیل بیان کرتے ہیں، ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک  
بہن کی وراثت کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: ”آدھا بیٹی کو دلایا جائے اور  
آدھا بہن کو، لیکن ذرا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، وہ بھی عنقریب میرے موقف کی ہی  
موافقت کریں گے، جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کی خبر  
بھی ان کو دی گئی تو آپ نے فرمایا:

لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذَا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ أَقْضِي فِيهَا بِمَا قَضَى

النَّبِيُّ ﷺ

”اگر میں ایسا فیصلہ کروں تو میں گمراہ ہوں اور ہدایت والوں سے نہیں ہوں گا،  
میں ان کے متعلق وہی فیصلہ کروں گا جو نبی ﷺ نے کیا تھا، وہ یہ کہ بیٹی کے  
لیے آدھا مال ہے اور پوتی کے لیے چھٹا حصہ، اسی طرح دو تہائی مال پورا ہو  
گیا اور جو باقی ہے وہ بہن کا ہے۔“

پھر وہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کی ان کو اطلاع



دی تو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَا تَسْأَلُونِي مَا دَامَ هَذَا الْجَبْرُ فِيكُمْ

”جب تک تم میں یہ عالم موجود ہے مجھ سے مسئلہ نہ پوچھا کرو۔“

(صحیح البخاری: ۶۷۳۶)

اس حدیث مبارکہ سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوئے۔

(۱) صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کے تبحر علمی اور فقاہت کو تسلیم کرتے تھے۔

(۲) کریمانہ اخلاق کے مالک تھے، علم پر فخر و غرور نہ تھا یہی وجہ ہے کہ جاننے

والے نے نہ جاننے والے کو جاہل نہیں کہا اور نہ جہالت اور گمراہی ان کی طرف منسوب کی اور نہ ان کے فتویٰ پر جرح کی بلکہ یہی فرمایا کہ اگر مجھ سے ایسا ہو جائے تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت والا نہ ہوں گا، حکیمانہ انداز میں دوسرے کی غلطی کا تذکرہ کیا۔

(۳) صحابہ رضی اللہ عنہم حدیث مل جانے کے بعد اپنی رائے اور اجتہاد سے رجوع کر

لیتے اور حدیث کا دامن تھام کر اختلاف اور گمراہی سے نکل جاتے اور ہدایت کی راہ پر گامزن ہوتے۔

(۴) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث کی موجودگی میں رائے کو ترجیح ہرگز نہ دیتے تھے اسی

لیے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم جب تک موجود ہیں، حدیث کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں تو میرے پاس آپ کو آنے کی ضرورت نہیں تا کہ ایسا نہ ہو کہ حدیث اور اہل حدیث موجود ہوں اور میں اپنی رائے سے فتویٰ دے بیٹھوں اور گناہ گار ہو جاؤں۔





## حفاظتِ حدیث

جس طرح قرآن وحی ہے، اسی طرح حدیث بھی وحی ہے، فرق صرف تلاوت کے ثواب میں ہے، حجیت میں نہیں ہے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کو وحی قرار دے کر اس کی حفاظت اپنے ذمہ لی ہے، اسی طرح حدیث کی حفاظت بھی اپنے ذمہ لی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (سورۃ حجر: ۹)

”بے شک ہم نے ہی ذکر کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“

یہاں ”الذکر“ کا لفظ استعمال کیا، ”القرآن“ کا لفظ استعمال نہیں کیا اور قرآن میں دوسرے مقام پر رسول اللہ ﷺ کو ذکر فرمایا گیا ہے۔  
ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ○ رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ

مُبِينَاتٍ﴾ (سورۃ طلاق: ۱۰ تا ۱۱)

”یہاں ذکر کا بدل لفظ رسول ہے، جس سے معلوم ہوا کہ قرآن اور حدیث

دونوں ذکر ہیں اور دونوں کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے۔“

ایک مومن آدمی ان آیات کے ذریعہ سے ہی یقین کر لیتا ہے کہ قرآن کی طرح حدیث کی حفاظت بھی اللہ تعالیٰ نے کی ہے، پھر تدوین حدیث کے متعلق تمام اشکالات ختم ہو کر رہ جاتے ہیں، اسی طرح حدیث کی جمع اور تدوین میں حفاظ کے بلا کے حافظے



اور محدثین کے جامع مانع اصول حدیث اور فن رجال ان کی مساعی جمیلہ اور آج تک احادیث کے معتبر ذخیروں کا محفوظ رہنا اور ہر طرح کے ضعف کی چھان بین کے اہتمام پر نظر دوڑائی جائے تو واقعی عقل سلیم اس نتیجہ کو پہنچ جاتی ہے کہ حفاظت حدیث کا یہ بدیہی انتظام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے۔

یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور ہی میں حدیث مبارکہ لکھی اور یاد کی گئی۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ہر بات لکھا کرتا تھا۔ مجھے قریش کے بعض لوگوں نے کہا:

”آپ رسول اللہ ﷺ کی ہر بات لکھتے ہیں حالانکہ وہ کبھی غصے میں بھی ہوتے ہیں“ تو میں نے حدیث لکھنا چھوڑ دی اور چند دنوں کے بعد میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بات سنائی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اُكْتُبُ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا الْحَقُّ

”لکھا کر، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس (زبان) سے صرف حق ہی نکلتا ہے۔“

(مسند الامام احمد: ۲/۱۶۲، سنن ابی داؤد: ۳۶۳۶، و سندہ صحیح)





## حدیث کی اہمیت مقلد کی نظر میں

ایک مقلد اپنے مزعوم امام کے ساتھ وہ محبت اور عقیدت رکھتا ہے جو ایک تابع سنت رسول اکرم ﷺ کے ساتھ رکھتا ہے اور مقلد اپنے امام کی بات کو چھوڑنا گمراہی سمجھتا ہے جبکہ تابع سنت رسول اللہ ﷺ کی بات کو چھوڑنا گمراہی سمجھتا ہے مقلد سمجھتا ہے کہ میرا دین وہی ہے جو مجھے میرے امام نے پیش کیا جبکہ اہل سنت سمجھتا ہے کہ میرا دین وہی ہے جو میرے پیغمبر لے کر آئے مقلد سمجھتا ہے کہ میرا امام امام اعظم ہے جبکہ سنی سمجھتا ہے کہ میرے امام اعظم وہ ہیں جو امام الانبیاء ﷺ ہیں اہل حدیث سمجھتا ہے کہ حدیث کے بغیر دین نہیں سمجھا جاسکتا جبکہ مقلد سمجھتا ہے کہ فقہ کے بغیر دین نہیں سمجھا جاسکتا اہل سنت سمجھتا ہے کہ حدیث کے مقابلے میں کسی بزرگ کا قول فتویٰ یا رائے آجائے تو وہ مردود ہے جبکہ حنفی سمجھتا ہے جو حدیث ہمارے اماموں کے مذہب کے مخالف آجائے یا قیاس یا امام کے قول کے خلاف آجائے وہ منسوخ ہوگی یا ضعیف ہوگی اہل حدیث کے نزدیک تقلید شخصی حرام ہے جبکہ احناف کے نزدیک عامی پر تقلید شخصی واجب ہے اور اپنے امام کے علاوہ کسی سے مسئلہ دریافت کرنا اس کے لیے درست نہیں۔

اہل تشیع اپنے اماموں کو معصوم عن الخطاء سمجھتے ہیں ان کے نزدیک امام کا رتبہ رسول اور پیغمبر سے بھی بالاتر ہوتا ہے اور امام نہ جان بوجھ کر غلطی کر سکتا ہے اور نہ بھول کر احناف کا دیدہ دانستہ حدیث صحیح کے مقابلے میں امام کے قول کو ترجیح دینا اور حدیث کو چھوڑ دینا بلکہ منسوخ یا ضعیف قرار دینا معنوی طور پر اہل تشیع کے مذکورہ عقیدے کے بالکل موافق ہے آئیے دیکھتے ہیں کہ ایک مقلد کی نظر میں حدیث کی کیا اہمیت



-ہے-

حدیث رسول ﷺ کے خلاف سب سے بڑا فتنہ تقلید ہے۔

ایک مقلد جس کے دل میں امام کی محبت اس انداز سے ڈال دی جاتی ہے کہ وہ اپنے امام ہی کو صاحب شریعت تصور کرنے لگتا ہے اور عملاً اسے رسالت کے منصب پر فائز کر دیتا ہے۔ اب اس مقلد کے سامنے قرآن و حدیث کی واضح نص بھی آ جائے تو یہ اپنے منتخب امام ہی کی طرف دیکھتا ہے اور اس کے فیصلے کا منتظر رہتا ہے اور حدیث بھی صرف وہی مانتا ہے جس سے اس کے مسلک کی تائید ہوتی ہو اور جو حدیث اس کے مسلک کے خلاف ہو تو اول وہ اس کی عجیب و غریب تاویل کرتا ہے اور اگر تاویل سے کام نہ چلے تو پھر حدیث ہی کو رد کر دیتا ہے۔ جیسا کہ احناف نے خبر واحد کو ظنی کہہ کر وضعی قوانین بنائے کہ (۱) اخبار احاد کے ذریعے قرآن کے خاص کو نہ بدلا جائے۔ (۲) قرآن کے عموم میں تخصیص نہ کی جائے اور (۳) اس کے اطلاق کو مقید نہ کیا جائے وغیرہ۔ انہوں نے ان قوانین کے ساتھ ایک بہت بڑا ذخیرہ احادیث رد کر دیا حتیٰ کہ یہاں تک کہہ دیا:

إِنَّ كُلَّ خَبْرٍ بِخِلَافِ أَصْحَابِنَا فَإِنَّهُ تُحْمَلُ عَلَى النَّسْخِ أَوْ عَلَى أَنَّهُ مُعَارِضٌ بِمِثْلِهِ، ثُمَّ صَارَ إِلَى دَلِيلِ الْخَرِّ أَوْ تَرْجِيحِ فِيهِ لِمَا يَحْتَجُّ بِهِ أَصْحَابُنَا مِنْ وُجُوهِ التَّرْجِيحِ أَوْ يُحْمَلُ عَلَى التَّوْفِيقِ

”بے شک ہر اس حدیث کو جو ہمارے اصحاب (یعنی فقہا حنفیہ) کے خلاف ہوگی اسے منسوخ سمجھا جائے گا یا یہ حدیث کسی دوسری حدیث کے خلاف ہوگی۔ پھر کسی اور دلیل کا تصور کیا جائے گا، پھر بعض وجوہ کی بنا پر اس حدیث کو ترجیح دی جائے گی جو حدیث ہمارے اصحاب کی دلیل ہے یا پھر یہ تصور کیا جائے گا کہ موافقت کی کوئی اور صورت ہوگی۔ (جو ہمیں معلوم نہیں) (اصول



کرخی: (۲۹)

اس سے بھی بڑی جسارت کرتے ہوئے لکھا کہ  
 إِنَّ كُلَّ آيَةٍ تُخَالِفُ قَوْلَ أَصْحَابِنَا فَإِنَّهَا تُحْمَلُ عَلَى النَّسْخِ أَوْ  
 عَلَى التَّرْجِيحِ وَالْأَوْلَى أَنْ تُحْمَلَ عَلَى التَّأْوِيلِ مِنْ جِهَةِ  
 التَّوْفِيقِ (اصول کرخی: ۲۸)

”ہر وہ آیت جو ہمارے فقہاء کے قول کے خلاف ہوگی اسے یا تو منسوخ سمجھا  
 جائے یا ترجیح پر محمول کیا جائے گا اور اولیٰ یہ ہے کہ اس آیت کی تاویل کر کے  
 ان فقہاء کے قول کے موافق کر لیا جائے۔“

✽ مقلد جب کسی آیت یا حدیث کی تاویل نہ کر سکے اور نہ ہی اس کو منسوخ کر  
 سکے تو اس بات پر زور دیتا ہے کہ میں کسی طرح اس آیت اور حدیث میں تحریف کر  
 ڈالوں۔ نعوذ باللہ۔

خود بدلتے نہیں قرآن بدل دیتے ہیں

جیسا کہ احناف نے عملاً کیا ہے۔ مثلاً:

علماء کی تقلید کو قرآن سے ثابت کرنے کے لیے ”شیخ الہند“ محمود الحسن دیوبندی  
 نے قرآن کی مندرجہ ذیل آیت میں تحریف کی۔

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾

یعنی تنازع کی صورت میں مسئلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لے چلو  
 (اور اولی الامر کو چھوڑ دو) مگر شیخ الہند نے یوں لکھا۔

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ وَ أُولَى الْأَمْرِ  
 مِنْكُمْ﴾

یعنی تنازع کی صورت میں بھی اللہ اور اس کے رسول اور علماء کی طرف رجوع  
 کرو۔ (ایضاح الادلۃ مطبع قاسمی)



اسی طرح احادیث رسول ﷺ میں بھی کئی مقامات پر انہوں نے تحریف سے کام لیا۔ جیسا کہ سنن ابوداؤد کی حدیث میں ہے۔

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضي الله عنه جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أَبِي بِنِ كَعْبٍ  
فَكَانَ يُصَلِّي لَهُمْ عِشْرِينَ لَيْلَةً

اس حدیث میں تحریف کرنے کے لیے بعض نسخوں میں احناف ”لیلۃ“ پر خط لگا کر حاشیہ میں ”رُكْعَةٌ“ لکھتے رہے بعد میں چھپنے والے نسخوں میں ”رُكْعَةٌ“ کو بین السطور لکھ کر حاشیہ میں ”لَيْلَةً“ لکھ دیا اور اس کے بعد والے نسخوں میں حاشیہ سے ”لَيْلَةً“ مٹا دیا اور صرف متن میں ”رُكْعَةٌ“ باقی چھوڑا اور اس تحریف کے ساتھ بیس رکعت تراویح قیام اللیل ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی (ان نسخوں کا نقشہ دیکھنے کے لیے ابوجابر عبداللہ دامانوی کی کتاب ”قرآن و سنت میں تحریف“ کی طرف رجوع کریں۔)

✽ جب مقلد کتاب و سنت میں تاویل اور تحریف بھی نہ کر سکے اور نہ ہی منسوخ کر مسئلہ قرآن و سنت میں اسی طرح ہے مگر ہم کیونکہ مقلد ہیں، ہم پر اپنے امام کی تقلید واجب ہے لہذا ہم امام کی بات کو ہی مانیں گے۔  
جیسا کہ مقلدین نے عملاً کیا ہے۔

مثلاً بیع خیبار کے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک حدیث کے مطابق ہے اور احناف کا مسلک حدیث کے خلاف ہے تو ”شیخ الہند“ محمود الحسن دیوبندی فرماتے ہیں:

يَتَرَجَّحُ مَذْهَبُهُ وَقَالَ الْحَقُّ وَالْإِنْصَافُ أَنَّ التَّرْجِيحَ لِلشَّافِعِيِّ  
فِي هَذِهِ الْمَسْئَلَةِ وَنَحْنُ مُقَلِّدُونَ يَجِبُ عَلَيْنَا تَقْلِيدَ إِمَامِنَا  
أَبِي حَنِيفَةَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

”اس (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ) کا مذہب بالکل صحیح ہے اور حق اور انصاف یہ ہے کہ اس مسئلہ میں شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو ترجیح حاصل ہے مگر ہم مقلد ہیں، ہم پر اپنے امام



ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید واجب ہے۔ واللہ اعلم۔ (التقریر للترمذی ص ۳۱)

✽ مقلد حدیث سے انحراف اور اس کا جواب ہی تلاش کرنے میں لگا رہتا ہے، وہ سمجھ نہیں پاتا کہ میرے امام کا قول حدیث کے خلاف ہے بلکہ بسیار غور و فکر کے باوجود کہتا ہے کہ ”یہ حدیث میرے امام کے قول کے خلاف ہے“ لہذا وہ حدیث پاک کے رد اور جواب کی تلاش میں ہی رہتا ہے مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ میں حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک وتر پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک روایت المستدرک الحاکم سے نقل کر کے انور شاہ کشمیری دیوبندی فرماتے ہیں۔

وَلَقَدْ تَفَكَّرْتُ فِيهِ قَرِيبًا مِنْ أَرْبَعَةِ عَشْرَ سَنَةً ثُمَّ اسْتَخْرَجْتُ  
جَوَابَهُ شَافِيًا وَذَلِكَ الْحَدِيثُ قَوِيُّ السَّنَدِ

”میں نے اس حدیث (کے جواب) کے بارے میں تقریباً ۱۴ سال تفکر کیا ہے پھر میں نے اس کا شافی جواب نکال لیا اور یہ حدیث سند کے لحاظ سے قوی ہے۔ (العرف الشذی جلد نمبر ۱ ص ۱۰۷) فیض الباری جلد نمبر ۲

ص ۳۷۵ معارف السنن للبنوری





## حنفیت حدیث کی مخالفت میں

آج مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد اپنی بے علمی کی وجہ سے فقہ حنفی کو عین اسلام سمجھ بیٹھی ہے جس کی دو تین بنیادی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) تحقیق کی روشن شاہراہ کو چھوڑ کر تقلید کی تاریکی میں گم ہیں۔ (۲) علماء اور اماموں سے عقیدت میں غلو ہے۔ (۳) شیعہ کافر کہنے کے موقف اور تحفظِ ناموسِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تحریک کی سرگرمیوں میں یہ سمجھ بیٹھے کہ جس طرح اس مشن میں برحق ہیں اسی طرح حنفی کہلوانے میں بھی برحق ہیں، حالانکہ اتباع کی جگہ جب تقلید لے لیتی ہے تو بڑی سے بڑی نیکی بھی رائیگاں جاتی ہے جس کا اخروی کوئی فائدہ نہیں ہوتا، آخرت کی فکر کرنے والا انسان جب صراطِ مستقیم تلاش کرنے کی غرض سے اسلام اور حنفیت کا سرسری مطالعہ کرے اور ٹھنڈے دل سے سوچے تو اس کے لیے اس نتیجے پر پہنچنا کوئی مشکل نہ ہوگا کہ فقہ حنفی اکثر و بیشتر مسائل میں کتاب و سنت سے تعارض اور تصادم رکھتی ہے، آئیے نمونے کے طور پر ہم چند مسائل کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں حنفیت حدیثِ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتی ہے۔

(۱) بیشتر آیات و احادیث کی رو سے ایمان میں کمی و بیشی ہوتی ہے جبکہ احناف کے نزدیک ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی، ان کے نزدیک زمین و آسمان کے تمام انبیاء اولیاء نیک اور بد کا ایمان برابر ہے۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے بچے اور بچی کے پیشاب میں فرق کیا اور فرمایا کہ (شیرخوار) بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے جبکہ امام ابوحنیفہ اور اس کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ بچے



اور بچی کے پیشاب کی نجاست میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں کا پیشاب دھویا جائے گا۔

(۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کتے کے برتن میں منہ ڈالنے سے برتن سات دفعہ دھویا جائے جبکہ احناف کے نزدیک تین دفعہ دھویا جائے گا۔

(۴) حدیث میں استنجا کے لیے کم از کم تین ڈھیلوں کا ہونا ضروری ہے جبکہ فقہ حنفی میں تعداد مسنون نہیں ہے۔

(۵) عملوں کا دار و مدار نیتوں پر ہے، اس حدیث کے تحت وضوء اور تیمم کے لیے بھی نیت شرط ہے جبکہ احناف کے نزدیک وضوء اور تیمم کے لیے نیت شرط نہیں۔

(۶) آپ ﷺ نے ساری زندگی ترتیب سے وضوء کیا اور تسلسل کے ساتھ جبکہ احناف کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک وضوء میں ترتیب اور تسلسل فرض نہیں البتہ سنت ہے، جسے ترک کرنے سے یعنی بغیر ترتیب کے بھی وضوء ہو جائے گا (گویا کہ پاؤں پہلے دھولو پھر کلی کر لو پھر ہاتھ دھولو پھر ناک میں پانی چڑھاؤ پھر سر کا مسح کر لو تو بھی وضوء ہو جائے گا۔)

(۷) حدیث میں پگڑی کا مسح کرنا ثابت ہے جبکہ احناف کہتے ہیں پگڑی پر مسح کرنا جائز نہیں۔

(۸) حدیث میں دہری آذان اور اکہری اقامت ہے جبکہ احناف کے نزدیک نہ دہری آذان ہے اور نہ اکہری اقامت ہے۔

(۹) حدیث میں مغرب کے فرضوں سے پہلے دو رکعات نفل آپ ﷺ کی قوی، فعلی اور تقریری حدیث سے ثابت ہے جبکہ احناف کے نزدیک یہ فعل جائز نہیں۔

(۱۰) رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جب کہ احناف کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

(۱۱) رسول اللہ ﷺ نے شراب کا سرکہ بنانے سے منع فرمایا جبکہ احناف کے نزدیک



شراب کا سرکہ بنایا جاسکتا ہے۔

(۱۲) آپ ﷺ نے فرمایا عورتوں کو مساجد میں نماز پڑھنے سے نہ روکو! احناف کہتے ہیں کہ عورتوں کا نماز کے لیے آنا مکروہ ہے البتہ بوڑھی عورت کے لیے مغرب عشاء اور فجر کی نماز کے لیے آنا جائز ہے۔

(۱۳) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا بھول اور وہ کام جو جبراً کروایا جائے معاف کر دیا گیا ہے جبکہ احناف کے نزدیک جو آدمی نماز میں بھول کر کلام کرے یا جان بوجھ کر نماز باطل ہو جائے گی۔

(۱۴) آپ نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا جبکہ احناف کہتے ہیں کہ کتے چیتے اور درندوں کی تجارت جائز ہے۔

(۱۵) رسول اللہ ﷺ نے سہیل اور اس کے بھائی جو بیضاء کے بیٹے تھے کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھائی، جبکہ احناف کے نزدیک مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔

(۱۶) آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے جبکہ احناف کہتے ہیں کہ مسلمان اور ذمی (کافر) کی دیت برابر ہے۔

(۱۷) حدیث میں عورتوں کو بھی عید کی نماز کے لیے عید گاہ میں آنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ احناف کے نزدیک عید گاہ میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(۱۸) حدیث کے مطابق قصاص پتھر وغیرہ سے بھی ہو سکتا ہے جس طرح مقتول کو قتل کیا گیا ہو جبکہ فقہ حنفی میں قصاص صرف تلوار سے ہی ہو سکتا ہے۔ کسی دوسری چیز سے نہیں۔

(۱۹) حدیث میں عید کی نماز کی بارہ تکبیریں ہیں پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ جبکہ احناف کے نزدیک پہلی رکعت میں فاتحہ سے پہلے تین تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تین تکبیریں ہیں۔



(۲۰) حدیث کے مطابق (نصف) تہائی یا چوتھائی پر زمین بٹائی پر دینا جائز ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں۔

(۲۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی کو اپنا نائب بنایا ہوا تھا، وہ لوگوں کو جماعت کرواتے تھے، جبکہ احناف کے نزدیک نابینا جماعت نہیں کروا سکتا۔

(۲۲) حدیث کے مطابق چھ سات سال کا بچہ (جب جماعت کی صلاحیت رکھتا ہو) تو جماعت کروا سکتا ہے جیسا کہ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے لیے کھڑا کیا۔ احناف کے نزدیک بچے کی جماعت ناپسند ہے۔

(۲۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے جبکہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گندم جو شہد اور جوار سے شراب بنانا جائز ہے اور اس کے پینے والے پر نشہ آجائے تو بھی حد نہ لگے گی۔

(۲۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کے چمڑے استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے جبکہ احناف کے نزدیک انسان اور خنزیر کے علاوہ تمام درندوں کے چمڑے رنگ لینے سے پاک ہو جاتے ہیں اور ان میں نماز پڑھنا یا ان سے وضوء کرنا جائز ہے۔

(۲۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا جبکہ احناف کہتے ہیں کہ جس نے بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہے۔

(۲۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی سے ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ فرمایا (یعنی دوسرے گواہ کے عوض قسم لی) جبکہ فقہ حنفی کہتی ہے کہ مدعی پر قسم ہے ہی نہیں۔

(۲۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو گھر میں عورتوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا جبکہ فقہ حنفی کہتی ہے کہ عورتوں کا آپس میں الگ جماعت کرانا مکروہ ہے۔

(۲۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے آخری تشهد میں زمین پر بیٹھتے، دائیں پاؤں کو کھڑا



کرتے، بایاں پاؤں اس کے نیچے سے نکال دیتے تھے اور تو رک کرتے تھے جبکہ احناف کے نزدیک پہلے اور آخری تشهد میں کوئی فرق نہیں۔

(۲۹) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی جبکہ احناف کہتے ہیں کہ نماز میں امام کے پیچھے خاموش رہے اور اکیلا اگر قرآن میں سے کسی جگہ سے ایک آیت بھی پڑھ دے، فاتحہ نہ پڑھے تو بھی نماز ہو جائے گی۔

(۳۰) حدیث کہتی ہے کہ اللہ اکبر کے ساتھ نماز شروع ہوتی ہے اور سلام پر ختم ہوتی ہے جبکہ احناف کے نزدیک اللہ اکبر اور اللہ الاجل، اللہ العظیم وغیرہ کے الفاظ سے بھی نماز ہو جاتی ہے اور سلام سے پہلے دانستہ طور پر سلام کی جگہ گوز مار دے تو بھی نماز ہو جائے گی۔

(۳۱) آپ ﷺ سے ایک وتر ثابت ہے جبکہ احناف ایک وتر کے قائل نہیں۔

(۳۲) آپ ﷺ نے فرمایا جب نماز کھڑی ہو جائے تو صرف فرض نماز ہوتی ہے اور کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیے جبکہ احناف کے نزدیک سلام پھیرنے سے پہلے اگر دو رکعات سنت فجر پڑھ سکتا ہو تو پہلے وہ پڑھے پھر جماعت کے ساتھ ملے۔ (۳۳) حدیث کے مطابق فجر کی دو سنتیں رہ جائیں تو فرضوں کے سلام کے بعد پڑھ سکتا ہے جبکہ احناف کے نزدیک جائز نہیں البتہ طلوع آفتاب کے بعد جائز ہے۔

(۳۴) رسول اللہ ﷺ نے رضاعت کے لیے ایک عورت کی گواہی قبول فرمائی ہے جبکہ احناف کے نزدیک دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔

(۳۵) رسول اللہ ﷺ نماز میں غیر المغضوب علیہم والالضالین کے بعد اونچی آواز سے آمین کہتے جبکہ احناف اونچی آواز سے آمین کے قائل نہیں۔

(۳۶) حدیث میں بسم اللہ جہری اور سری آواز ہر دو طرح پڑھنے کا جواز ہے جبکہ



احناف بسم اللہ اونچی پڑھنے کے قائل نہیں۔

(۳۷) حدیث میں نماز کے اندر سینے پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت ہے جبکہ احناف کے نزدیک عورت سینے پر باندھے گی جبکہ مردزیر ناف ہاتھ باندھے۔

(۳۸) حدیث کے مطابق نماز جنازہ میں بھی فاتحہ ضروری اور آپ ﷺ کی سنت ہے جبکہ احناف کے نزدیک ثناء کے بعد درود ہے (فاتحہ نہیں ہے)

(۳۹) حدیث کے مطابق جنازہ پڑھانے والا مرد میت کے سینے کے سامنے ہو اور عورت کے درمیان میں جبکہ احناف کے نزدیک ہر دو کے لیے سینے کے سامنے ہو۔

(۴۰) آپ ﷺ نے فرمایا جنین کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور اس کے والدین کے لیے دعائے مغفرت اور رحمت کی جائے جبکہ احناف کے نزدیک اس کی نماز جنازہ نہیں ہے۔

(۴۱) آپ ﷺ نے فرمایا کہ کافر کی دیت مسلمان کی نصف دیت کے برابر ہے جبکہ احناف کہتے ہیں کہ مسلمان اور کافر کی دیت برابر ہے۔

(۴۲) حدیث کے مطابق سفر کی نماز کی مسافت تین میل یا تین فرسخ ہے جبکہ احناف کے نزدیک ۴۰ میل ہے اور ایک قول کے مطابق تین دن اور رات کی مسافت ہے۔

(۴۳) آپ ﷺ کا بعض نمازوں کے لیے بعض سورتیں پڑھنا معمول تھا مثلاً جمعہ کے روز فجر میں پہلی رکعت میں سورہ سجدہ اور دوسری میں دھر جمعہ کی فرض نماز میں پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ اور دوسری میں سورہ غاشیہ وغیرہ جبکہ احناف کے نزدیک کسی نماز کے لیے قرآن میں سے کوئی سورہ مقرر کرنا مکروہ ہے۔

(۴۴) حدیث کے مطابق سورہ حج میں دو سجدے ہیں جبکہ احناف کے نزدیک ایک سجدہ ہے۔



(۴۵) رسول اللہ ﷺ نے بعض دفعہ سورہ نجم کا سجدہ تلاوت ترک بھی کیا جبکہ احناف کے نزدیک سجدہ تلاوت واجب ہے، سننے والے پر بھی اور پڑھنے والے پر بھی۔

(۴۶) رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی چلو کے ساتھ کلی بھی کی اور ناک میں پانی چڑھا کر جھاڑا بھی جبکہ احناف کے نزدیک پہلے تین دفعہ کلی کرے پھر تین دفعہ ناک میں پانی چڑھائے اور ہر دفعہ نیا پانی لے۔

(۴۷) آپ ﷺ نے فرمایا جس کی کثیر مقدار نشہ دے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے جبکہ احناف کے نزدیک شراب کا وہ پیالہ حرام ہے جس سے نشہ ہوتا ہے (گویا تھوڑی شراب جس سے نشہ نہ آتا ہو جائز ہے)

(۴۸) حدیث میں ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں جبکہ احناف کے نزدیک آزاد عاقل بالغ عورت کا نکاح صرف اس کی اپنی مرضی سے بغیر ولی کے ہو جاتا ہے خواہ وہ کنواری ہو یا بیوہ۔

(۴۹) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو خرید و فروخت کرنے والوں کو اختیار ہوتا ہے جب تک جدا نہ ہوں جبکہ فقہ حنفی کہتی ہے جب بیع میں ایجاب و قبول ہو جائے تو بیع لازم ہو جاتی ہے، کوئی اختیار باقی نہیں رہتا پھر یہاں تک کہہ دیا کہ اس مسئلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک زیادہ درست ہے اور حدیث کے زیادہ قریب ہے مگر ہم کیونکہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں، ہم پر ان کی تقلید کرنا واجب ہے۔

(۵۰) رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے کروانے والے پر لعنت کی ہے جبکہ احناف کے نزدیک حلالہ ضروری ہے، اس کے بغیر رجوع نہیں۔

(۵۱) حدیث کے مطابق قربانی کا جانور نماز عید پڑھنے کے بعد ذبح کرنا چاہیے، پہلے کرنے سے قربانی نہیں ہوتی جبکہ احناف کے نزدیک دیہات والے فجر کے بعد قربانی کر سکتے ہیں اور شہریوں کے لیے یہ حیلہ ہے کہ وہ اپنی قربانی دیہاتوں میں بھیج دیں، وہاں دیہات والے فجر طلوع ہوتے ہی ذبح کر دیں گے۔



(۵۲) حدیث کے مطابق اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں جبکہ احناف کے نزدیک اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے۔

(۵۳) رسول اللہ ﷺ (بسا اوقات) جنازے میں پانچ تکبیریں بھی کہتے تھے جبکہ احناف کے نزدیک جائز نہیں، اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ اگر امام پانچ تکبیریں کہے تو مقتدی اس کی اتباع نہ کریں۔

(۵۴) حدیث کے مطابق اونٹ کی قربانی دس آدمیوں کے لیے بھی جائز ہے جبکہ احناف کے نزدیک سات آدمیوں کے لیے کفایت کرے گا۔

(۵۵) رسول اللہ ﷺ سفر میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کرتے تھے جبکہ احناف کے نزدیک دو فرض ایک وقت میں جمع نہیں کیے جاسکتے۔

(۵۶) آپ ﷺ نے فرمایا جبراً طلاق ہوتی ہے نہ غلام آزاد ہوتا ہے جبکہ ہدایہ میں ہے کہ جبراً طلاق واقع ہو جائے گی اور غلام بھی آزاد ہو جائے گا۔

(۵۷) آپ ﷺ نے ریشم پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ریشم کے تکیے میں کوئی ہرج نہیں اور نہ ہی ریشم کے بستر پر سونے میں کوئی ہرج ہے۔

(۵۸) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ فطر مسلمانوں پر واجب ہے، مرد عورت بچے اور غلام پر جبکہ احناف کے نزدیک مسلمان اپنے کافر غلام کی طرف سے بھی صدقہ ادا کرے گا۔

(۵۹) رسول اللہ ﷺ نے بھول کر ظہر کی نماز پانچ رکعات پڑھائیں تو سجدہ سہو کیا، جبکہ احناف کے نزدیک بھول کر پانچویں رکعت پڑھے تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔

(۶۰) احناف کے نزدیک زندگی میں پہلی دفعہ نماز میں بھول ہو تو نماز باطل ہو جاتی ہے، دوبارہ نماز پڑھے اور اس کے بعد جب بھولے تو سجدہ سہو کرے جبکہ



احادیث میں ایسی کوئی تفریق نہیں ہے۔

(۶۱) احناف کے نزدیک بھول کر سلام پھیرا اور درمیان میں کلام ہو گئی تو نماز نئے سرے سے پڑھے گا جبکہ آپ ﷺ نے سلام اور کلام کے بعد بقیہ نماز پڑھائی اور سلام پھیرا، نئے سرے سے نماز نہیں پڑھائی۔

(۶۲) معاذ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے فرض پڑھ جاتے پھر قوم کو پڑھاتے (جبکہ آپ کے وہ نقل ہوتے) جبکہ احناف کے نزدیک فرض نماز پڑھنے والا نفلی پڑھنے والے کا مقتدی نہیں بن سکتا۔

(۶۳) احادیث کے مطابق سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں زمین پر رکھنے چاہئیں کیونکہ آپ ﷺ کا یہی عمل ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ناک یا پیشانی کوئی ایک چیز ہی زمین پر رکھ دے تو نماز ہو جائے گی۔

(۶۴) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سونا، چاندی، گندم، جو، کھجور اور نمک کی بیع جنس کے بدلے جنس برابر برابر اور نقد بنقد کی جائے جبکہ احناف کہتے ہیں کہ ایک کھجور کی بیع دو کھجور کے ساتھ جائز ہے۔

(۶۵) رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مغرب اور عشاء کو جمع کیا (یعنی حدیث کے مطابق ہر جماعت کے لیے الگ اقامت چاہیے) جبکہ احناف کے نزدیک امام نماز پڑھائے لوگوں کو مغرب اور عشاء ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ۔

(۶۶) رسول اللہ ﷺ زندہ جانور کے بدلے گوشت کی بیع سے منع کرتے تھے جبکہ احناف کے نزدیک زندہ جانور کے بدلے گوشت کی بیع جائز ہے۔

(۶۷) رسول اللہ ﷺ نے تر کھجور کے بدلے خشک کھجور کی بیع سے منع کیا جبکہ احناف کے نزدیک یہ جائز ہے۔

(۶۸) حدیث کے مطابق بیع عرایا پانچ وسق تک اندازے سے جائز ہے جبکہ احناف



کے نزدیک جائز نہیں۔

(۶۹) رسول اللہ ﷺ نے شراب کی بیع حرام قرار دی ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر مسلمان عیسائی کو شراب کی خرید و فروخت کا حکم دے تو جائز ہے۔

(۷۰) حدیث کے مطابق فقیر بھی صدقہ فطر ادا کرے، اگر طاقت ہو تو جبکہ احناف کے نزدیک صدقہ فطر کے لیے صاحب نصاب ہونا شرط ہے۔

(۷۱) رسول اللہ ﷺ کی سنت یہ ہے کہ دوسری شادی کرنے والا دلہن کے پاس اگر کنواری ہو تو سات دن قیام کرے گا اور اگر بیوہ ہو تو تین دن، پھر دونوں کے لیے باری مقرر کرے گا، جبکہ احناف کے نزدیک پہلی اور دوسری برابر ہیں۔

(۷۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”مادہ جانور کو ذبح کرنے سے اس کے پیٹ میں موجود بچہ بھی ذبح ہو جاتا ہے“ جبکہ احناف کے نزدیک گائے یا اونٹنی ذبح کرنے کے بعد بچہ مرا ہوا پیدا ہو تو نہ کھایا جائے۔

(۷۳) آپ ﷺ نے فرمایا ایک رضعہ یا دو رضعہ کے ساتھ حرمت ثابت نہیں ہوتی (بلکہ پانچ رضعہ کم از کم ضروری ہیں) جبکہ احناف کے نزدیک تھوڑا سا پینے سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

(۷۴) آپ ﷺ نے فرمایا ”چور کا ہاتھ چوتھائی دینار سے کم میں نہیں کاٹا جائے گا“ جبکہ احناف کے نزدیک دس درہم یا اس سے زیادہ مالیت کی چیز پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(۷۵) حدیث کے مطابق معمولی سی مالیت کی چیز بھی حق مہر بن سکتی ہے جبکہ احناف کے نزدیک کم از کم مہر دس درہم ہے۔

(۷۶) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کوئی بھی اپنی ہبہ واپس نہیں لے سکتا البتہ والد اپنی اولاد کو ہبہ کر کے چیز واپس لے سکتا ہے“ جبکہ احناف کے نزدیک دوسروں سے واپس لے سکتا ہے، اپنے بیٹے سے واپس نہیں لے سکتا۔



(۷۷) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اونٹ گم ہو جائے تو وہ خود مالک کو مل سکتا ہے لہذا کوئی اسے پکڑ کر مالک نہ بنے“ جبکہ احناف کہتے ہیں کہ گم شدہ بکری گائے اور اونٹ تینوں کو لینا جائز ہے۔

(۷۸) حدیث کے مطابق میت عورت کے بالوں کی تین چوٹیاں بنا کر پیچھے کی طرف ڈالنا جائز ہے جبکہ احناف کے نزدیک اس کی صرف دو مینڈیاں بنائی جائیں گی۔

(۷۹) رسول اللہ ﷺ نے نمازِ استسقاء پڑھائی ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جماعت کے ساتھ نمازِ استسقاء مسنون نہیں ہے، البتہ اکیلے نماز پڑھ لیں تو جائز ہے۔

(۸۰) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جب امام خطبہ دے رہا ہو، آنے والا دو رکعات پڑھ کر بیٹھے جبکہ احناف کہتے ہیں کہ دورانِ خطبہ نماز جائز نہیں۔

(۸۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”دانے اور کھجور جب تک پانچ وسق تک نہ پہنچیں اس میں زکوٰۃ نہیں“ جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سرکنڈے اور گھاس کے علاوہ زمین کی ہر پیداوار خواہ کم ہو یا زیادہ پر زکوٰۃ ہے۔

(۸۲) حدیث کے مطابق پہلی اور تیسری رکعت کے بعد دو سجدوں کے درمیان جلسہ ہے جبکہ احناف کہتے ہیں ”جلسہ نہ ہو بلکہ اپنے پاؤں پر سیدھا کھڑا ہو جائے اور اپنے ہاتھ بھی زمین پر نہ ٹیکے۔“

(۸۳) احادیث میں تکبیر تحریمہ کے لیے اور دیگر مناجات کے لیے ہاتھ کندھوں تک یا کانوں کی لوتک اٹھانے کا رسول اللہ ﷺ کا عمل ہے جبکہ احناف کے نزدیک دونوں کانوں کے انگوٹھے کانوں کی لوتک لے جانے کا حکم ہے۔

(۸۴) رسول اللہ ﷺ کے اس عمل کو تواتر حاصل ہے کہ آپ ﷺ نے اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے زندگی بھر عربی میں ہی نماز پڑھی ہے اور سبحانک اللہم و



بحمدك اور اللهم باعد بيني كي دعاؤں كے بعد فاتحہ سے قرأت كى هے جبكه احناف كے نزديك فارسي ميں بهي قرأت جائز هے۔

(۸۵) احاديث كى پاكيزه تعليمات كے مطابق فاتحہ كے بغير نماز نهيس هوتي جبكه احناف كے نزديك مقتدي هر صورت خاموش رهے گا جبكه امام بهي فاتحہ نه پڑھے اور قرآن ميں سے كسي جگه سے كوئي ايك آيت بهي پڑھ دے تو وه ركعت هو جائے گی۔

(۸۶) احاديث كے مطابق ركوع سجود كى مسنون دعاؤں ميں سے كوئي ايك تين دفعه پڑھنى كم از كم ضرورى هے اور ركوع سجود ميں اطمينان ضرورى هے جبكه احناف كے نزديك ركوع سجود ميں مسنون دعاؤں ميں سے كسي كا مقررہ تعداد ميں پڑھنا ضرورى نهيس بلكه معمولى سا جھك جائے تو ركوع سجود هو جائیں گے۔

(۸۷) رسول اللہ ﷺ نے ركوع كے بعد سيدھا كھڑا هونا (يعنى قومہ) كا حكم ديا هے جبكه احناف كے نزديك يه واجب نهيس لهنذا وه اس كے عامل بهي نهيس هیں۔

(۸۸) احاديث كے مطابق دو سجدوں كے درميان اطمينان سے بيٹھنے كا آپ نے حكم ديا هے جبكه احناف كے نزديك يه بهي فرض نهيس هے۔

(۸۹) احاديث ميں غلام كا جماعت كرانا ممنوع نهيس جبكه احناف اسے نا پسند سمجھتے هیں۔

(۹۰) رسول اللہ ﷺ نے خود كشي كرنے اولے كى نماز جنازه نهيس پڑھي جبكه امام ابوحنيفه ؒ اور امام محمد ؒ كے نزديك خود كشي كرنے والے كى نماز جنازه پڑھي جائے گی۔

(۹۱) احاديث كى رو سے ديهاات ميں جمعہ پڑھا جائے گا جبكه احناف كے نزديك ديهاات ميں جمعہ ادا كرنا صحيح نهيس۔

(۹۲) احاديث كے مطابق مدينه بهي اسى طرح حرم هے جس طرح مكه حرم هے۔ جبكه



احناف کے نزدیک مدینہ پاک مکہ کی طرح حرم نہیں ہے۔

(۹۳) بدکار عورت کی کمائی سے آپ ﷺ نے منع فرمایا مگر فقہ حنفی میں امام ابو

حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ جائز ہے۔

(۹۴) قرآن و احادیث کے مطابق زانی پر حد زنا لگائی جائے گی جبکہ احناف کے

نزدیک اس عورت سے نکاح کر کے جماع کرنا جس سے نکاح کرنا حرام ہے تو

اس پر کوئی حد نہیں۔

(۹۵) حدیث کے مطابق شادی شدہ پر ۱۰۰ کوڑے اور رجم، دونوں حدیں ہیں جبکہ

احناف کے نزدیک صرف حد ہے، سو کوڑے نہیں۔

(۹۶) احادیث کے مطابق کنوارے زانی پر سال کی جلا وطنی بھی ہے جبکہ احناف کے

نزدیک جلا وطنی اور کوڑے دونوں ایک وقت اکٹھی نہیں دی جائیں گی، یعنی

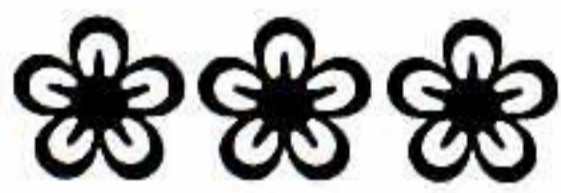
صرف کوڑے ہوں گے یا جلا وطنی ہوگی۔

محترم و مکرم قارئین کرام!

انصاف آپ کے ضمیر اور ایمان کی دہلیز پر ہے، ہم نے انشاء اللہ تعصب اور

تقندی سے بالاتر ہو کر لکھا ہے تاکہ راہِ حق کے مسافروں کے لیے ہیڈ لائن کا کام دے۔

اللہ تعالیٰ سے استدعا ہے کہ وہ اسے ہمارے لیے نافع بنائے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ۔







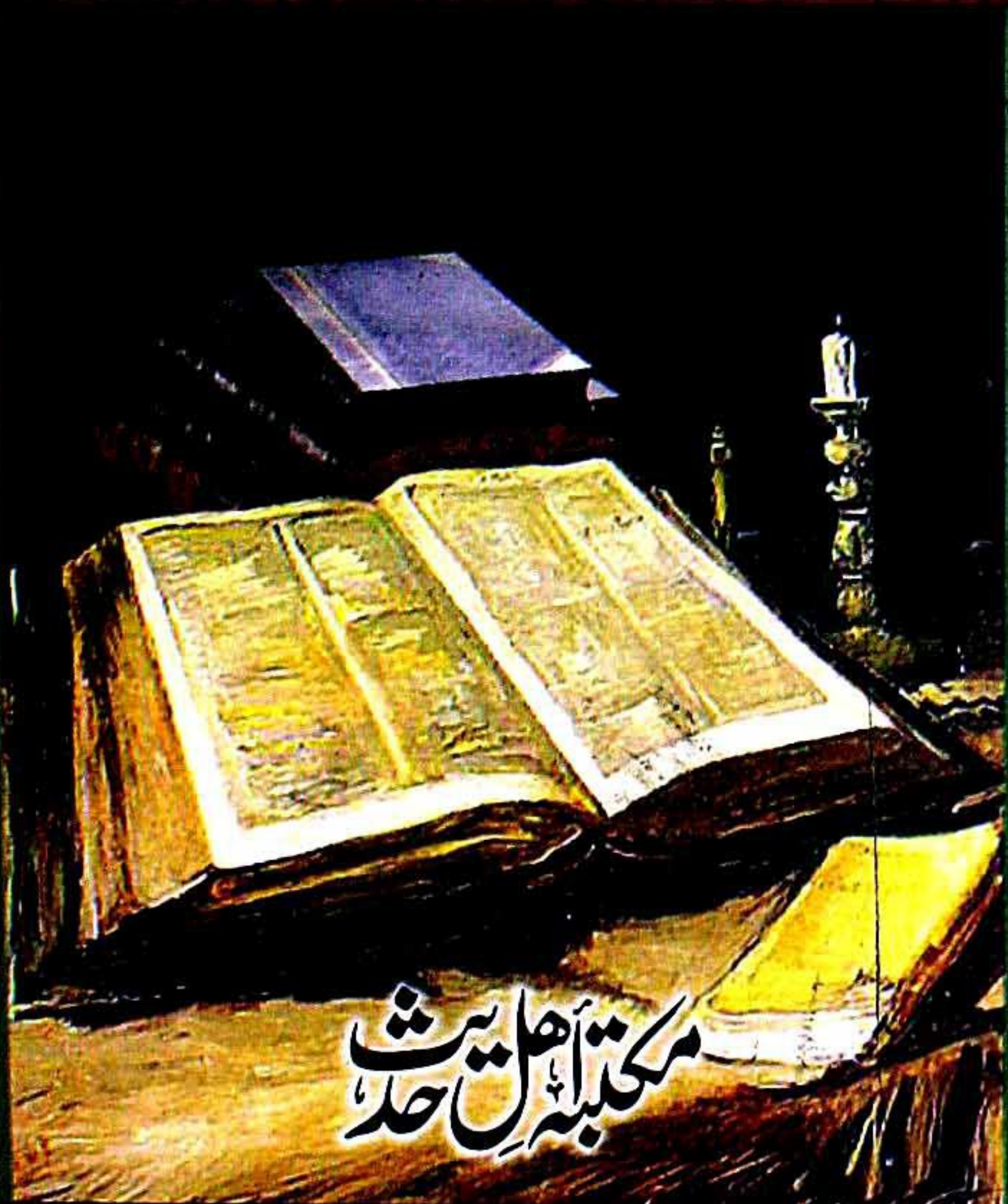
# دائن حدیث چھوٹے بچوں کے لیے

تحقیق و تخریج

غلام مصطفیٰ اظہیر من پوری

تالیف

أبو سعید آصف عباس عماد



مکتبہ اہل بیت